ماہنامہ

الاسلام

بنگلور سٹی

مدیر مسئول ، رئیس التحریر ابوالفضل محمد حسین رضی

۷۸۶

ماہنامہ

الاسلام

اغراض و مقاصد

ماہنامہ "الاسلام" بہ حیثیت داعی الی الحق ہے۔ قوم کے لئے ایک بلند پایہ دعوتِ عمل ہے۔ اسلام کی صحیح منزل کا سراغ نیر ہے۔

(۱) اسلام کا حقیقی مفہوم اور اس کا صحیح تصور
(۲) ملت کی تعمیر نو کا صحیح طریقہ
(۳) غلط فہمیوں میں الجھے ہوئے اسلامی حقائق کی تنقیح
(۴) مسلم جماعتوں کی سیاسی غلط روش پر تنقید
(۵) دعوت و تبلیغ حق و احیاء سنت و اصلاح ترتیب امم

} اس کے خاص موضوع ہیں

(۶) نظامِ معاشرت، نظامِ معیشت، نظامِ سیاست و تہذیب و تمدن کا صحیح ترجمان
(۷) نظامِ تعلیم کے بنیادی نقص کے مقابل قرآن حکیم کی بنیادی تعلیم اور اصولِ شریعت کی تفہیم
(۸) تمام دنیوی علوم و فنون کو دینی علوم و فنون میں تبدیل کرنا
(۹) سوانح رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلامی مسائل کی موثر اور دلنشین چھوٹی چھوٹی کتابیں مختلف زبانوں میں مسلم جماعتوں اور غیر اقوام میں تقسیم کی جائیں گی۔

مسئلہ قیام الاسلام

اس مربی حقیقی کی شان یہ ہے کہ اس سے اشد عاکیجائے ما نہ کیجائے اس کے آگے اپنا فسانہ دل بیان کیجئے وہ ایسا بصیر ہے کہ اس ہر بقی کی آنکھیں ہمارے واقعات درماندگی سب کچھ دیکھ لیتی ہیں، اور وہ ایسا سمیع ہے کہ اسکے کان ہمارے رنج و محن کی صدائیں سن لیتے ہیں مگر ہمارا تو سر نیاز اس کی چوکھٹ پر جھکا ہوا ہے پس یہ التوا و انتظار کے ساتھ توفیق ایزدی و تائید حضرت رسالت پناہی یہ ماہنامہ جاری ہوگیا۔

اب صرف آپ کے تعاون کا امیدوار ہے۔ براہ کرم خریداروں کے بڑھانے میں سعی فرمائیں۔

Editor, Mah-Numa-e-Al-Islam
Lal-Bag Road, Bangalore City.

سالانہ چندہ: چار روپیہ

ادھر آ ہر قدم پر حسنِ منزل تجھ کو دکھلا دوں — فلک کو پاس سے منزل بہ منزل دیکھنے والے

ماہنامہ

الاسلام

سرحد — دینا

مدیر و مسئول
مدیر التحریر ابو الفضل محمد حسین فیضی

نشان ۱	ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ ۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء	جلد ۱

مقصدِ اعظم

ہم اچھی طرح واقف ہیں، کہ ہندستان میں ادیبوں شاعروں اور فسانہ نگاروں کا کال نہیں ہے، ہر ایک اپنے آپکو شاعرِ وقت فسانہ نگارِ ہند یا در ادیبِ اعظم تصوّر کرتا ہے، اور ہندستان کے گوشہ گوشہ چپہ چپہ سے ادبی، فلمی اور ہمہ قسم کے رنگیلے رسالے نکل رہے ہیں، روزانہ اخباروں میں نئے نئے رسالوں کے نام دکھائی دیتے ہیں، مگر کسی نے بھی آج تک ضرورتِ وقت کی تکمیل کی طرف اپنی توجہ مبذول نہ کی، جس کی آج ملتِ اسلام شدت کے ساتھ محسوس کر رہی ہے،

ان فلمی رسالوں کو پڑھتے پڑھتے جی اکتا گیا، شعر و شاعری ایک شغلِ بےکاری ثابت ہو گئی، گل و بلبل کی داستان سرائی کے دن بدل گئے، شیریں فرہاد لیلی مجنون کے فسانے فرسودہ ہو گئے، ان سے ہماری فکری قوتیں، دماغی صلاحیتیں سلب ہو گئیں، جن کے نتائج دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھوں سے خون کے آنسو بہے جا رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اب عشقیہ فسانہ نگاری سے ہم پبلک کی نفرت محسوس کر رہے ہیں، اس لئے موجودہ زمانے کو ان کی ضرورت باقی نہ رہی، چونکہ ہم مسلمانوں کا دورِ انقلاب آج کسی دوسرے رخ پر گامزن ہے، اور ہماری غفلت سے اوروں نے خوب استفادہ کیا، مگر ہم ہیں، کہ ابھی عشق و عاشقی میں مبتلا۔

یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ قوم کی ترقی و تنزل کی ذمہ داری اس کے اربابِ علم و فکر پر عائد ہوتی ہے، پبلک سے قریب تر اخبار اور رسالوں کے ایڈیٹر، مقرر، اور فلم ساز ہوتے ہیں، یہی ہیں، جو قوم کو بامِ ترقی پر پہنچا سکتے ہیں، یا قعرِ مذلت میں دھکیل سکتے ہیں، جیسے ایک موٹر کا کے لئے ڈرائیور ہوتا ہے، اگرچہ ہمارے چند اربابِ حق و صدق اپنی فکری قوتوں کے زور سے ہم مسلمانوں کو ایک صحیح پلاٹ فارم پر لانے کے کوشاں ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ چند ایسے بھی ہیں، جو دشمنانِ اسلام کے ہاتھ بٹا رہے ہیں، اور ہماری قوم میں اختلافات کے خلیج کو وسیع کرنے میں منہمک ہیں۔

انہی امور کے مطمحِ نظر" ماہ نامہ **"الاسلام"** اس عزم سے اٹھا ہے کہ فرزندانِ اسلام کو شگفتہ اور دلچسپ پیرایہ میں اسلام کا صحیح رخ بتائے، عوام اور نونہالانِ قوم کو اسلام کے صحیح بنیادی اصول سکھائے، غلط فہمیوں میں الجھے ہوئے اسلامی حقائق کی توضیح کرے اور مسلمانانِ عالم کو ایک رشتۂ اتحاد میں منسلک کر دے۔۔۔ بس اللہ تعالیٰ ہمارے مساعیٔ جمیلہ میں ہماری مدد کرے آمین۔

مدیر

چاند دنیا کو وہی نور (روشنی) پہنچاتا ہے جس کو اس نے آفتاب سے حاصل کیا تھا۔ اسی طرح اس انسان کامل، اس ماہ رسالت، اس رحمت اللعالمین نے یہی فرض ادا کئے، جس کو وہ اپنے مربی حقیقی سے وصول ہوئے۔ جب سب کچھ ہو چکا، تو اس الٰہ العلمین نے بشارت دی

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

آج میں نے تمہارے اس دین کو کامل (پورا) کر دیا، اور تمہارے لئے صرف ایک برگزیدہ دین اسلام کو منتخب کر دیا۔

یا ایہا الاخوان! کیا آپ ایسے متاع آخرت کو بیچ کر دنیا کے چند خزف ریزوں پر قناعت کرنے کی آرزو رکھتے ہیں؟ کیا نقد حیات ابدی کے بدل معیشت چند روزہ کا سامان تیار کر رہے ہیں؟

دیکھو! آسمانی بادشاہت کے ملائکہ مقربین اور قدوسیان کرّوبین اپنے نورانی پروں کو پھیلائے ان اسلام پرست روحوں کو ڈھونڈ رہے ہیں جو ارضی خطوں کے بادشاہوں سے منہ موڑ کر اپنے مربی حقیقی کی حکومت میں داخل ہونا چاہتی ہیں۔ پس اسلام کے دروازے پر پہنچو جس کا صحیح راستہ "الاسلام" کے ذریعہ آسانی کے ساتھ مل جاتا ہے۔

تصوّرِ اسلام

کائنات کی فطرت کا فاطر وہ الٰہ العلمین ہے جس نے فطرت کے سارے قانون کو ہمیشہ کے لئے عالمگیر اور بے لاگ بنا دیا۔ اس اٹل قانون کا دوسرا نام 'اسلام' ہے اور دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ○ (آل عمران)

اسلام کے معنی 'تسلیم' 'اطاعت' 'فرمانبرداری' یا ماننے کے ہیں۔ اور اللہ کا حکم ماننے والا مسلم ہے۔ مناظر فطرت پر ایک نظر ڈالیں تو ہر ایک چیز اپنے مربی حقیقی کی اطاعت یعنی فرماں برداری میں منہمک پائی جاتی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ (الحج ۱۸)

کیا تو نے غور نہیں کیا۔ اللہ کی فرماں برداری کیلئے سر جھکائے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چلنے والے اور انسانوں سے کثیر لوگ۔

یہ فطری نظام عمل قدیم سے قائم ہے جس کو خالق حقیقی نے ہر ایک چیز کے لئے مختص کر دیا ہے۔ اور حکم الٰہی کی اطاعت اور فرماں برداری کے طفیل یہ چیزیں بلاشک مسلم پائی جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے سورج مسلم ہے، چاند مسلم ہے، درخت مسلم ہیں وغیرہ۔

اور کائنات کی ساری چیزیں مخلوق ہیں اور مسلم ہیں۔ اسی طرح کائنات عالم میں انسان بھی شامل ہے۔ مگر انسان فطرت کا اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ چونکہ انسان کو فطرت نے نہایت اونچی پیدائش عطا کی ہے، اور کائنات کے ذرہ ذرہ کی طرح انسان کو بھی اس فطرت نظام عدل کا پابند ہونا لازمی ہے۔ جب وہ خدا تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے بڑا ہے، تو اس کو اس الٰہ العلمین کے نظام عدل کا بھی سب سے زیادہ پابند ہونا چاہیے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (والتین :)

ہم نے انسان کو ایک بہترین فطرت سے بنایا اور ایک کہ قالب میں ڈھالا ہے۔

انتظام الہی کو دیکھو۔ اس نے زمین کی مٹی کے اندر قوت نشو و نما رکھیں اور پانی برسا کر ان کی ہدایت کردی یعنی ان سے آگے نشو و عمل کی راہیں کھول دیں جب وہ رب العالمین عالم ہستی کے ایک ایک ذرہ کے لئے خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان کر دیا ہے۔ تو کیا انسان جیسے اشرف المخلوقات کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ پیدا کیا ہے، کیا اس کی خلقت و ہدایت کا سامان بھی نہ کرے گا؟

اسی طرح جب سچائی کا درخت سوکھ جاتا ہے نیکی کی ٹہنیاں خشک ہو جاتی ہیں، عدل کے چمنستان ویران ہو جاتے ہیں کلمۂ حق و صدق کا شجرۂ طیبہ دنیا کے ہر ایک گوشہ میں بے برگ و بار ہو جاتا ہے۔ تو روح انسانی کی صحیح چیخ اٹھتی ہے۔

ربنا! رحم کر۔ زمین پر موت طاری ہو چکی ہے۔ رحمت کی بارش سے اسے زندگی بخش۔ اس صدائے درد و الم پر رحمت باری جوش میں آتی ہے ——— (ذاتی آئندہ)

فریاد مسلم

(علامہ اقبال مرحوم)

سنا ایک شوریدہ نوا کل وادی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ ہند و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

یہ زائران حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں
غضب ہے یہ مرشدان خود بیں خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں
سنے گا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

(موجودہ دور میں مرشدان [illegible] سے ملت اسلامیہ کا حال)

مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن

ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

وہ عرب کہ دینِ برحق ہوا جس سے آشکارا
مٹی تیرگیٔ باطل، کیا کفر نے کنارا

حرمِ خدا ہے اس میں، حرمِ نبی ہے اس میں
جہاں بہرِ پاسبانی، ہیں ملائکہ صف آرا

ہے اسی میں گھر خدا کا، جو چراغ ہے ہدیٰ کا
کہ جہانِ تیرہ میں ہے، وہی حق کا اک منارا

وہ کتابِ آسمانی، جو ہے نورِ جاودانی
اسی سرزمیں میں ربّ نے اسے عرش سے اتارا

اسی خاک میں ہے پنہاں، وہ رسولِ پاکِ یزداں
ہوا جس کے اک اشارے میں مہِ فلک دوپارا

حرمین جانے والے، قدمِ ادب سنبھالے
کہ وہاں کا ذرہ ذرہ مری آنکھ کا ہے تارا

کفِ پائے شاہِ دیں کے لئے ہوں گے اس نے بوسے
مجھے سنگ پارہ بطحا کا ہے لعل سے بھی پیارا

یہ حرم کی سرزمیں ہے، یہ متاعِ اہلِ دیں ہے
نہ کسی کی ہے تجارت، نہ کسی کا ہے اجارا

کوئی ملحدی کا شیوہ، یہاں چل نہیں سکے گا
تجھے خود ہی پھونک دے گا ترے فتنے کا شرارا

یہ حریمِ کبریائی، کہ ہے قلعۂ خدائی
یہاں غیر کی رسائی، نہیں مطلقاً گوارا

یہ جزیرۂ عرب ہے، یہاں آستانِ ربّ ہے
کہ ہم اس کے پاسباں ہیں، وہ ہے پاسباں ہمارا

مولانا محمد اسلم جیراجپوری

کلکتہ کی ہولناکیاں

تمدن کی تعمیر اور علم و تہذیب کی منزل کا ہلاکتوں نے احاطہ کرلیا۔ اور بربادیوں نے اولادِ آدم کی آبادیوں کو راحت کی سانس اور امن کے تنفس سے خالی کردیا۔ ہاں! شیر واقعی خون خوار ہے۔ مگر وہ غیر جنس ہستیوں کے لئے۔ سانپ زہریلا ہے۔ مگر وہ دوسرے نوع کے حیوانوں کے لئے۔ مگر یہ حضرت انسان پانچ فٹ کی جان دنیا کا بہت بڑا خون خوار حیوان ہے۔ یہ تو خود اپنے ہم جنسوں کا خون بہاتا ہے۔ اور اپنے ہی ابنائے نوع کی خونخواری پر اتر آتا ہے۔ دیکھئے! یہ کیسی آگ ہے! جو بھڑک اٹھی ہے۔ اور تمدن کی حسین و جمیل آبادیوں کو ہولناکیوں کے سپرد کیا چاہتی ہے۔ غفلت کی دنیا غرور انسانوں کی بستی پر بجلی کی طرح چمک اٹھی ہے۔ دنیا کا غرور بہت اونچا ہوگیا ہے۔ اب ہمارا نقطۂ نظر کلکتہ کی ہولناکیاں ہیں۔ واقعات پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

کسی کی طرفداری ہمیں ہرگز ہرگز منظور نہیں مسلم لیگ یا کانگریس ہر دو ہماری نظر میں یکساں ہیں۔ مسلم لیگ نے مسلمانانِ ہند کو اپنے احتجاج کا مظاہرہ خاص کر پرامن طور پر کرنے کی مسلسل اعلانیں کی تھیں۔ یہ کوئی چھپی بات تو نہیں ہے۔ اس پرامن اعلانوں کا نتیجہ تھا۔ جو ہندستان بھر میں ۱۶ اگست بروز جمعہ احتجاج کا مظاہرہ نہایت پرامن طور پر عمل میں آیا۔ اگر قائد اعظم پرامن احتجاج کے متعلق اعلان نہ کئے ہوتے، تو سارا ہندستان خون کی ہولی کھیلتا مگر ہماری متلاشی آنکھیں کلکتہ کے پریشان خیز حادثہ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ چونکہ یہ ہندستان میں سالِ حال کا تیسرا حادثہ ہے یہ کیوں کر ایسا ہوا؟ اس کی ذمہ داری کس پر عائد کی جاسکتی ہے؟ جب تک تحقیقات کا علم نہ ہو، اور سرکاری طور پر اطلاعیں شائع نہ ہوں۔ ان دیکھے کسی کی طرف انگشت نمائی کیوں کر کی جاسکتی ہے! پھر بھی اگر کوئی اپنی جانب سے اتہام لگانے کے لئے آمادہ ہوجائے تو یہ اس کی خود غرضانہ ذہنیت پر مبنی ہوگا۔ ایسا شخص بلاریب مفسد متصور ہوگا۔ اس کی غرض و غایت فساد پھیلانے کی ہوگی۔

میجر جنرل ایف۔ آر۔ آر۔ بوچر ایسٹرن کمانڈ کے کمانڈر ان چیف کے بیان سے ظاہر ہے۔ جمعہ کے دن علی الصباح ۷ بجے تا شام جتنے بھی زخمی اور مقتول برآمد ہوئے، ان میں نوے فی صد مسلمان تھے۔ اس دن صبح سے شام تک زخمیوں اور مقتولوں میں مسلمانوں کا تناسب بہت بڑھا ہوا تھا۔ اس تناسب سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کلکتہ کے مسلم حملہ کے لئے مستعد نہیں تھے۔

بلوائیوں کی انسانیت سوز بربریت نہایت وحشت انگیز تھی انہوں نے لڑکوں اور لڑکیوں اور ننھے ننھے بچوں کو قتل کرکے، کیلوں سے ان کی لاشیں دیواروں پر جڑ دیں۔ کہیں کہیں دو دو تین تین منزلوں سے بچوں کو لڑکوں اور لڑکیوں کو نیچے پھینک دیا۔ بے حساب عورتیں موت کے گھاٹ اتاری گئیں۔ قاتلوں کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں، لاٹھیاں، تلواریں وغیرہ تھیں۔ بلوائیوں نے مکانوں اور دکانوں پر چھاپے مارے۔ بہتیرے مکان لوٹے۔ اکثر عمارتوں پہ پٹرول اور مٹی کا تیل چھڑکا اور آگ لگا دی جہاں موقعوں پر پولس پہنچی، یہ فرار ہوگئے۔ جوں ہی پولس ہٹی یہ جمع ہوگئے۔ اس طرح کئی مقاموں پر خون ریزی کا بازار گرم رہا۔ ان کی بے رحمی و سنگدلی نہایت وحشت ناک تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ خونخوار بھیڑیے ہیں۔ اس خون ریز میدان کارزار میں بندگانِ خدا ظلم و تشدد کے شکار ہوتے گئے۔ انسانی خون سے کلکتہ کی سڑکیں اور در و دیوار رنگی جانے لگیں۔ ایک حصہ تو اپنے باہمی تصادم

کا خطرہ رہتا ہے۔ مگر اس سے وہ چند لوگ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ایمبولنس کاروں سے زخمیوں اور مقتولوں کو پہنچانے کا انتظام قائم ہو گیا سرکاری ترجمان کا مظہر ہے کہ اب تک ۲۰۰۲ لاشوں کا پتہ لگا ہے یعنی ہسپتالوں کے زخمیوں میں سے ۵۰۰ فوت ہو چکے۔ ۲۰۰۰ لاشیں سڑکوں سے برآمد ہوئیں اور ۵۰۰ سے اموات کو فوجیوں نے نکالا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مقامات متاثرہ میں اور بھی لاشیں موجود ہیں جو نکالی جا رہی ہیں۔ اور ۱۹۰۰ آدمی ہسپتالوں میں موجود ہیں۔

ہندوستان اسٹینڈرڈ ہسپتالوں، ریلیف پارٹیوں اور ایمبولنس سروسوں نے اطلاع کی ہے۔ کہ اموات کی تعداد دو ہزار سے کم نہیں ہے۔ اور زخمیوں کی تعداد تو آٹھ ہزار سے اوپر ہے۔ اور ۵۰۰ سے زیادہ مقاموں میں آگ لگائی گئی ہے۔ انہوں نے اپنے لیڈ نگ میں لکھا ہے۔ مقتولوں کی تعداد تین ہزار بتائی ہے اور مجروحوں کا اندازہ پندرہ سولہ ہزار کیا گیا ہے۔ ابھی جان و مال کے نقصان کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جب تک ہر ایک گھر کی تلاشی و تحقیق عمل میں نہ آئے۔ شہر کی خطرناک صورت کا اندازہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ لاتعداد مردہ لاشیں اور کچھ گلیوں میں گدھوں نے لاشوں کو کھا کر ہڈیاں چھوڑ دی تھیں

ایسوسی ایٹڈ پریس کی خبروں سے پتہ لگتا ہے گلی کوچوں اور بعض سڑکوں پر خون آلودہ اور بدبو سے ہوا متعفن ہو چکی ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک ہاسٹل (دار الاقامہ) میں کچھ طلبا کی لاشیں ٹکڑے ٹکڑے کی گئی تھیں

وزیر بنگال مسٹر سہروردی، مسٹر شرت چندر بوس، مسٹر کرن شنکر رائے، حسن اصفہانی اور شمس الدین وغیرہ کی ہندو مسلم مشترکہ امن کمیٹی نے نہایت جانفشانی سے کام لیا گلی گلی کوچہ کوچہ اور ہر ایک متاثرہ مقام کا دورہ کیا۔ ہر ایک مسلم و ہندو کو نصیحتیں کیں کہ پچھلے واقعوں کو بھلا دیں۔ آپس میں اتحاد و اتفاق قائم کریں۔ اس باہمی تنازعوں سے اپنے بھائیوں کا نقصان ہے یہ اپنا ملکی نقصان خیال کریں۔

وزیر بنگال وغیرہ اراکین کی کوششوں نے کلکتہ کی بے چینی کو سکون سے بدل دیا۔ بالآخر حکومت برطانیہ سے التجا ہو کہ ہندوستان کے ہندو اور مسلم کے حقوق منصفانہ طور پر قائم رکھیں تاکہ ہندوستان میں امن و چین قائم رہے۔ ہم مسلم اور ہندو بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ اپنے اپنے مطالبات پُرامن طور سے پیش کریں۔

اعتذار

معزز اخوان کرام کی خدمات میں عرض ہے، کہ یہ ایک خدمت دینی ہے۔ جس میں آپ بھی ہمارے معاون ہیں۔ حتی الامکان اس خدمت کا انجام دینا ہمارا فرض اولین ہے۔ ہم نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ اطلاع دی تھی، کہ ماہنامہ "الاسلام" شہر شوال المکرم کی ۵ تاریخ تک شائع ہو جائے گا لیکن چند سرکاری امور اجرائی کار میں حائل رہے۔ لہذا رسالہ کی اشاعت میں تاخیر ہوئی۔ جس کا ہمیں سخت افسوس ہے۔ اور ہم معافی کے خواستگار ہیں

آئندہ رسالہ ہر ماہ کے آخر ہفتہ میں آپ حضرات کی خدمات میں ارسال کیا جائے گا اگر رسالہ ہر ماہ کی ۳۰ تاریخ تک کسی کو نہ وصول ہو تو دفتر ہذا کو مطلع فرمائیں

مینجر
آغا شبیر احمد مفتی

ہندوستان میں اسلام

تاریخ اسلام پر ایک سرسری نظر ڈالیں، تو معلوم ہوگا، کہ جب اسلام کی تبلیغ ہندوستان تک پہنچی، اس وقت ہندوستان اسلامی ممالک سے کوسوں دور تھا اور اسلام کے مبلغین اسلامی ممالک سے ہندوستان کی طرف چلے آرہے تھے، جن کی یادگاریں آج بھی سندھ، کاٹھیاواڑ، اور گجرات وغیرہ ساحلی علاقوں میں دکھلائی دیتی ہیں۔

چھٹی صدی ہجری سے ہندوستان میں مسلمانوں کی فتح کا سلسلہ شروع ہوگیا، اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام بھی ہندوستان آپہنچا۔
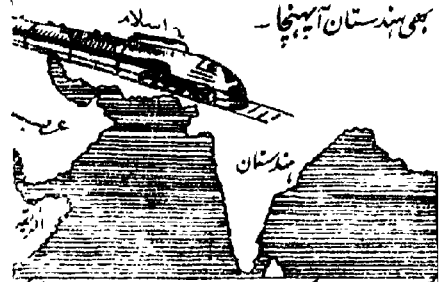
مگر اس وقت مسلم حکمرانوں میں اسلامی خصوصی جذبات بالکل سرد پڑ گئے تھے، ان میں اکثر عجمی برائیاں اثر کر گئی تھیں، انہوں نے اشاعت وارتقائے اسلام کی جگہ خراج حاصل کرنے اور مملکت کو بڑھانے کی کوششیں کیں علماء اور اکابر کا طبقہ حکومت کے منصبوں اور خطابوں کا دلدادہ تھا، یہ بھی اسلام کی ایک فطری کشش تھی ہر طرف سے ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی مسلمان ہوگیا، دن بدن اس کی ترقی کی رفتار نہایت تیز رہی، مگر اسلامی حکمرانوں نے ان کی اسلامی تعلیم و تربیت کا کوئی خاص انتظام نہیں کیا، جیسا کہ ہونا چاہئے تھا اور نومسلم آبادیوں میں ہندویت، ہندو خیالات، اور ہندوانہ رسم و رواج کی بہت سی باتیں باقی رہ گئیں، جو مسلمان غیر ملکوں سے ہندوستان آئے ان میں بھی یہاں کی ہندو رواداریوں اور میل ملاپ سے کافرانہ طرز و طریق اور جاہلانہ رسم و رواج کا اثر ہوتا گیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا، کہ یہاں کے عام مسلمانوں میں اسلامی عقائد اور اسلامی تہذیب کا صحیح ماحول قائم نہ ہو سکا،

اٹھارویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے اسلامی اقتدار بھی چلا گیا، مسلمانوں کی ریاستیں ٹوٹ پھوٹ کر چھوٹی چھوٹی ریاستیں بن گئیں، انہیں بھی کچھ مرہٹوں نے کچھ سکھوں نے اور آخر کو انگریزوں نے مٹا چھوڑا، رہی سہی یہی چند ریاستیں تھیں، جن پر اسلامی تہذیب و تمدن کا انحصار تھا، ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد آہستہ آہستہ انگریزی حکومت میں مل گئیں، حکومت نے اول ایسی تدبیریں کیں، اور ایسی ناموافق پالیسی اختیار کی، کہ مسلمان کا زور ٹوٹتا چلا گیا، اور ان کی معاشی اور مذہبی حیثیت میٹ دی گئی، اور ان پر ترقی کے دروازے بند کر دئے گئے، اس مقصد کی تکمیل کے لئے پہلے پہلے فارسی اور عربی کی جگہ انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنایا، پھر شریعت کی عدالتیں توڑ دی گئیں، دیوانی اور فوجداری میں اپنے قواعد و قانون جاری کر دئے، قاضیوں کے اختیار عدالت دیوانی کے ہاتھوں میں دے دئے گئے، جن کے منصف اور جج عام طور پر غیر مسلم ہوتے رہے، جن کے ہاتھوں میں "محمدی لا" روز بروز بگڑتا گیا، مسلمانوں کے ذہن میں مسلم ہونے کا فخر و ناز جو ورثہ میں پا رہا تھا، وہ آہستہ آہستہ نکل ڈالا گیا، اس طرح سیاسی اور اقتصادی اقتدار مٹتے مٹتے مسلمان افلاس

غلامی، جہالت، اور بداخلاقی میں مبتلا ہونے لگے، اور اب
مسلمانوں کی ہمتیں ٹوٹنے لگیں، ان کے دلوں پر مایوسی چھانے
لگی، ان کی ذلت و خواری کی انتہا یہی کہ انھیں تک پہنچ چکی،

"حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز" اقبال

دیکھئے دین اور اخلاق، تہذیب و تمدن وہ چیزیں ایک اونچی انسانیت
کے لوازم ہیں، پیٹ اور روٹی، کپڑا اور لذتِ نفس، یہ چیزیں
حیوانی ضروریات ہیں، سیاسی اقتدار چھن جانے سے مسلمانوں
پر افلاس نے پیٹ اور روٹی اور کپڑے کے سوال کو بالکل اہم
بنا دیا، ادھر غلامی نے خودداری اور عزت کے احساس کو مٹا دیا
نتیجہ یہ ہوا کہ جلد از جلد انسانیت کا احساس گھٹنے لگا، اور
حیوانیت کا احساس بڑھنے لگا، اب روٹی کی ہوس اور عزت
کی چاہ پیدا ہو گئی، اور سارے دروازے ہر طرف سے بند نظر آنے

لگے، لیکن مغربی تعلیم کا ایک دروازہ کھلا ہوا نظر آیا، ادھر
ہماری قوم روٹی کی بھوکی، ادھر اسلامی تعلیم و تربیت سے
اور اسلامی تہذیب سے قطعی کوری تھی، مگر انگریزی حکومت
کی مرعوب اور مغربی تہذیب کی شان و شوکت کی دلدادہ، اس
اثنا میں سر سید مرحوم کی تحریک کی کارفرمائی تھی، پس مسلمانوں
میں انگریزی تعلیم کا احساس پیدا ہو گیا، ہمارے نونہالوں نے
جونہی انگریزی مدرسوں میں قدم رکھا، اس کا پہلا اثر یہ ہوا کہ

ان کی معصوم ذہنیت کا سانچہ آج کچھ بدل کر مغربیت میں ڈھلتا
چلا گیا۔ "ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم، کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ"

انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں یورپ میں جدید فلسفہ
اور نئے علوم حکمت کے اثرات نے ایک نیا انقلاب برپا کر دیا
ڈارون کی تحقیق اور دہریت پرستی نے اپنے وقار بڑھانے تھی
جس کی بنا پر وجود باری سے انکار اور کائنات کی ہر ایک چیز
کے اپنے آپ پیدا ہونے پر زور دیا گیا، اس طرح خدا سے بیزاری
(Theophobia) کا مرض عام طور پر ایک وبا کی طرح پھیلنے
لگا ــــ عزت اور روٹی کی بھوک سے مسلمانوں کا دین اور
ایمان بالکل کمزور رہنے لگا، جو ایک چھوٹی سی تنخواہ والی خدمت سے
خرید لیا جا سکتا تھا، یا کسی خطاب پر یا کسی نجیب کے نعرے یا تکبیر
کی آواز یا کسی نخش عورت کے حسن پہ نثار کیا جا سکتا تھا، عام مسلمانوں
تو ایک طرف خود مسلم عالموں نے اسلام کے خلاف درپردہ غداری کی،
جنہوں نے کہیں اپنی تحریروں سے کہیں اپنی تقریروں سے اپنی قوم
کے عقائد ہیں، دشمنان اسلام کی خدمت کی، عام طور پر ہمارے
نام نہاد مسلمانوں نے لذتِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا، مسلمان اب
کیا سے کیا ہونے لگے، اور مغربی ایک ایک ادا پر اپنی جان فدا کرنے لگے

پوشاک میں، کھانے پینے میں، میل ملاپ میں اور اپنے طرزِ گفتگو میں مغربیوں کی پیروی کرنے لگے، سنیماؤں میں جانا فیشن میں داخل ہو گیا

یہ باتیں مردوں کی حد تک ہی نہیں ہیں، عورتیں بھی مغربی سوسائٹی کی دلدادہ بن گئیں، بے پردہ مسلم اور غیر مسلم کے دوش بدوش کھلے میدانوں میں سیر و تفریح کرنے اور سنیماؤں میں جانے لگیں

نہیں معلوم مستقبل قریب تک ان کی گودیوں میں پرورش پانے والی نسلوں کا کیا حال ہوگا؟ اس مغربی تہذیب کے اثر سے ہر ایک کی ذہنیت خدا پرستی سے ہٹ کر مادہ پرستی کی طرف پھرنے لگی،

"پچھتا دے سے فائدہ کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت؟"۔۔۔ ابھی فکر و عمل کے لئے بہت ہی تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے، اگر اس پر بھی غفلت ہی سے کام لیں، تو ہندستان سے اسلام کا نام مٹ کر رہ جائے گا،

برادرانِ اسلام! تھوڑی دیر کے لئے کبھی قرآن حکیم اور سیرتِ نبوی پر غور کیجئے، تو معلوم ہوگا، کہ اس میں ہمارے لئے کونسی ہدایتیں ہیں۔۔ ہاں! وہ تو صرف دو چیزوں پر مشتمل ہیں، ایک قرآن حکیم دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ، یہی وہ ایسی دو چیزیں ہیں، جن سے لوگ ہر طرف سے کھنچ کھنچ کر ایک جماعت یا قوم بن گئی، جو مسلم کہی جاتی ہے، بس سچے مسلم کی زندگی کے وہی اصول اور وہی مقصد ہوں گے جو قرآن حکیم میں بتائے گئے ہیں۔

اِتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ — اس ہدایت کی پیروی کرو جو تمہارے
رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِہٖ — رب سے تمہاری طرف اتاری گئی ہے
اَوْلِیَاءَ (اعراف ۳) — اس کو چھوڑ کر ادر رفیقوں کی پیروی نہ کرو

ہر ایک مسلم کا وہی طرزِ عمل ہوگا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے بتایا ہے، جو شریعت کہی جاتی ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ — تمہارے اللہ کے رسول کی زندگی کے
اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا — عمل ایک اچھا نمونہ ہے جو کوئی اللہ
اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ — (کے ملنے) کی اور آخرت (کی زندگی)
کَثِیْرًا۔ (احزاب ۳) — کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت

یاد کرتا ہے (اس کے لئے پیروی کا سچا نمونہ ہے ۔۔

قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ کے ذریعہ ایک قلیل مدت میں ایک ایسی زبردست جماعت پیدا ہو گئی، جو دیکھتے دیکھتے ایک دنیا پر چھا گئی، اور یہ منظم جماعت اتنی طاقت سے اٹھی کہ دنیا کی کوئی چیز اس کے سیلِ رواں کو نہ روک سکی، بس ہمارا طریقِ فکر اور طرزِ زندگی ایسا ہے، جو قرآن حکیم نے ہمیں بتایا ہے، گویا ہم سے کہ ہماری دینی زندگی اور دنیوی زندگی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں، ہمارا نقطۂ نظر ایک ہے، طریقِ فکر ایک ہے، ہمارا نصب العین ایک ہی ہے، اور ہماری تہذیب و تمدن میں ترک اور انتخاب کا معیار ایک ہے، مگر ہم تو آنکھیں بند کر کے بے سوچے سمجھے چلے جا رہے ہیں، خدا کے لئے عقل و تمیز سے کام لے کر فیصلہ کر لے کہ ہم کو کدھر جانا ہے، اور کدھر جا رہے ہیں، دیکھئے ------------

آج کل ہم جس سڑک پر جا رہے ہیں، وہ مغربیوں کی بنائی ہوئی ہے

یہی مغربی ہیں جنہوں نے ڈیڑھ سو سال سے ہماری تہذیب و تمدن کو، ہمارے اخلاق کو، ہمارے اصولِ زندگی کو، اور ہمارے نظامِ تعلیم کو زبردست نقصان پہنچایا ہے، اور ہم سے وہ ذرائع چھین لئے ہیں جن سے ہماری تہذیب ایک زندہ تہذیب کی حیثیت سے باقی رہ سکتی تھی، انہوں نے ایک ایسا نظامِ تعلیم قائم کیا جس سے ہمارا طرزِ فکر، نظریۂ زندگی، اور مقصدِ حیات بدلنے لگے اور غلامی ہماری قومیت کو گھن کی طرح کھانے لگی، یہی مغربی اثرات ہیں، جو ہمیں اندر سے غیر مسلم بنائے جا رہے ہیں،

یہ دیکھتے دیکھتے ہمیں وحشت ہو رہی ہے، کہ ہمارا سوادِ اعظم ایک مستقبل قریب تک اپنے آپ غیر مسلم بن کر رہ جائے گا۔ لہٰذا اپنے نظامِ تعلیم کو قرآنِ حکیم اور اسوۂ حسنہ کے مطابق بنائیں، اور حکومت میں اتنا اقتدار حاصل ہو جائے، کہ ہم اپنے تمدنی، معاشرتی، اور معاشی مسئلوں کو قرآنِ حکیم اور اسوۂ حسنہ کے مطابق حل کریں، ورنہ ہم کو قبل از مرگ اپنی قبر پہ آپ ہی فاتحہ پڑھ لینا ہوگا۔

مستقبل قریب

پھر میاں سے کھنچنے والی ہے تیغِ انتقام
بڑھ گئی ہیں حد سے پھر فرعونیاں شدادیاں
[illegible] ہمت آزما ہونے کو ہے
آہ آمد ہے پھر اک طوفانِ عالمگیر کی
پھر کسی مظلوم کو دادِ فغاں ملنے کو ہے
پھر کسی کے ہاتھ میں سیفُ اللّٰہی آنے کو ہے
ہو چکی مشقِ ستم مظلوم پر معذور پر!
عقل حیراں ہے کہ پل میں کیا سے کیا ہونے کو ہے

پھر بدلنے کو ہے فطرت بزمِ عالم کا نظام
پھر نیا آئیں مرتب کر رہا ہے آسماں
پھر کو یہ سطحِ زمیں تحت الثریٰ ہونے کو ہے
پھر کسی کشتی کے سر بنیاد ہے تغیر کی !
پھر اساسِ شورشِ منزلِ آشیاں ہلنے کو ہے
پھر کسی کردار کی کوئی سزا پانے کو ہے
آسماں سے بجلیاں گرنے کو ہیں مغرور پر
مختصر یہ ہے کہ اک محشر بپا ہونے کو ہے

آہ ان قوموں کا مستقبل ہے کتنا دلخراش
جس طرح آپس میں ٹکرا کر ہوں شیشے پاش پاش

سروش (اجمیر شریف)

میں کون ہوں؟

میں اک ہیچ ہوں، اک ناچیز ہوں، اک جسم ہوں فنا کا، ایک طلسم ہوں زندگی کا، ایک حباب ہوں عناصر کا، پانی کا ہلکا جوش، ہوا کا معمولی تموج اور آگ کا ہلکا شعلہ میری زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے، میں ایک تنکے کی طرح سمندروں میں بہا جا رہا ہوں، میں اک پتے کی طرح گھبرائی آندھیوں میں رقص کرتا ہوں، میں حرکت کرتا ہوں مگر بے ارادہ، میں چلتا بھی ہوں، پھرتا بھی ہوں، مگر اک دوسری طاقت کے تحت، میں تمناؤں کا خالق ہوں، مگر ان کا حاصل کرنا میرے امکان سے دور، میں خواہشوں کا مالک ہوں، مگر ان کی تکمیل میرے اختیار سے باہر۔

میں اس کائنات میں بالکل تہی دست آیا ہوں، میں اک نکتہ ہوں، جو کسی کے سمجھ میں نہیں آتا، میں ایک معمہ ہوں، جو آج تک حل نہ ہو سکا، میں نے دبستان فطرت میں مشق فنا کے سوا کچھ نہیں سیکھا، مجھے معلم طبیعت نے بے بسی کے سوا کسی بات کی تعلیم نہیں دی، میرا معدہ قویٰ کے مطالبوں سے مجبور ہو کر غذا کا طالب ہوتا ہے، تو اناج کے ناچیز پودوں کے سامنے میری پیشانی جھک جاتی ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے دانے یا دریائے رحمت کے منجمد قطرے میری تسکین و تسلی کے لئے آگے بڑھتے ہیں، جب سرما کی ہوائیں مجھ پر تیروں کی طرح برس پڑتی ہیں، اور میرے دست و پا ان کے حملوں سے بچنے کے لئے قاصر ہوتے ہیں، اس وقت ایک حقیر اونی پیداوار مجھے اس مصیبت سے نجات دیتی ہے، جس کے ذریعہ میرے منجمد خون میں روانی پیدا ہوتی ہے۔

میں ایک ہیچ محض ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کہ میں ہر امر میں اک محتاج ہوں، اک مستمند ہوں

میری زندگی کا اک سانس بھی ہوا کا محتاج ہے، میری بے بسی کی اس سے زیادہ نمایاں اور کونسی مثال ہوگی کہ میں اپنے ارادے کے بغیر اس دنیا کو الوداع کہنے پر مجبور کیا جاتا ہوں، دنیا کی کوئی بڑی سی طاقت بھی مجھے نہ اس سفر سے روک سکتی ہے، نہ ہی میری بازگشت کی کوئی اک صورت پیدا کر سکتی ہے،

میں ناچیز ہوں، حقیر ہوں، بے بس ہوں، محتاج ہوں پھر بھی بڑے بڑے سمندروں پر میری حکومت ہے، میں ہر اک خطہ ارضی کا مالک ہوں، جب میں غور کرتا ہوں، تو کائنات میں اپنے سوا کوئی نظر نہیں آتا، میری ہستی کے سامنے بڑے بڑے پہاڑ ہیچ دکھائی دیتے ہیں، جب میں سربگریباں ہوتا ہوں، تو مجھے اپنے سینہ میں اپنے مربی حقیقی کے جلوے نظر آنے لگتے ہیں، اور میں یہ دیکھتا ہوں، کہ ہر ایک چیز میرے وجود کی محتاج ہے، اور ہر اک چیز کی آفرینش کا میں تنہا باعث ہوں —

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ	کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا	جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین
فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ	میں ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے
نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۔	اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں
(لقمٰن ۲۰)	پوری کر رکھی ہیں ۔

اگر میری دونوں نورانی آنکھیں نہ ہوں تو یہ دنیا چاند سورج ستاروں اور تمام کائنات کے ساتھ ایک لمحہ فنا ہو جائے، کیا یہ بات سچی نہیں ہے، کہ میری آنکھ بند ہوتے ہی نہ دنیا کی شاندار جامع مسجد باقی رہتی ہے، نہ ہی اس تاج محل کا نظارہ باقی رہتا ہے نہ ہی کائنات کی کسی چیز کا وجود اپنی بقا کو قائم رکھتا ہے، بس یہ

ساری کارفرمائیاں اور دنیا کی ساری رنگینیاں نورانی آنکھوں کی بدولت ہیں، کیا کوئی ہے جو اس دعوی کو باطل کر دکھا سکتا ہے

رنگا رنگ پھول اپنے اپنے حسن و نزاکت پر نازاں ہیں ان سے کسی کو ہر وقت عطر پاشی کا غرور ہے، کسی کو مشک و عنبر کی بو سے فضا کو معطر کرنے کا فخر حاصل ہے، سچ پوچھو تو یہ سب کچھ ہیچ ہے، نہ پھولوں میں خوشبو ہے، نہ ہی مشک و عنبر کو شمیم آرائی آتی ہے، یہ سب میری قوت شامہ کا کرشمہ ہے، قوت شامہ نہ ہو تو مشک اور لہسن میں کیا امتیاز باقی رہتا ہے میری اس قوت کے طفیل ان سب کا دماغ عرش پر پہنچ گیا ہے

میوؤں کو اپنی شیرینی اور چاشنی پر ناز ہے، یہ سب کچھ میری قوت ذائقہ کے طفیل ہے اگر قوت ذائقہ نہ ہو، تو شیرینی اور تلخی میں کوئی فرق نہ ہوگا، اس طرح اگر میرا وجود ہی نہ ہو، تو نہ ہی انگور و انار میں لطافت ہے، اور نہ ہی سیب و عناب میں شیرینی، میں اک طوفان ہوں، اک زلزلہ ہوں، جس سے زمین اور اس کے پہاڑ جنبش میں ہیں، میں نے سونے چاندی کے خوابیدہ کانوں کو بیدار کیا، میں نے فولاد اور تانبے کو زمین کے تہوں سے بر آمد کیا،

میں نے پہاڑوں کے بے قدر پتھروں کو کچھ سے کچھ بنا دیا، میں نے سمندر کی گہرائیوں سے موتیوں کو نکالا، میں نے پتھر کے جگر سے لعل و جواہر برآمد کیے،

میں نے بہادر شیروں کا غرور توڑا، میں نے فلک پرواز پرندوں کو آسمان سے آتار لیا، میں نے پانی کی سطح پر جہاز چلائے، میں نے ہوا کو اپنا مرکب بنایا، میں نے پانی کو دخانی شکل میں بدل کر ہزاروں من بار برداری کے انجن بنائے، بارش اور دھوپ کی آفات مجھ تک نہیں پہنچ سکتیں، ذرہ ذرہ میرے زیر فرمان ہے، قطرہ قطرہ میرے اختیار میں ہے، دنیا میں ہر شے پر میری حکومت ہے

سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جتنی بھی چیزیں آسمانوں اور زمین
وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ	میں ہیں ان تمام کو تمہارے فرمانبردار
(جاثیہ ۲)	بنا دیا ہے —

زمین سے آسمان تک کوئی میرا مقابل نہیں ہو سکتا، ہر ذی روح میرا مسخر ہے، ہر عنصر میرا محکوم ہے، ہاں! ہاں میں مالک کل ہوں مگر میں اس حاکم حقیقی کا ادنی بندہ ہوں، غلام ہوں، قَالَ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰى :- وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (نحل ۴۹) (ترجمہ) اور اللہ کی فرماں برداری (اطاعت) کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور فرشتے جو تکبر

ہم اب کہاں ہیں !

موجودہ وقت میں ہم ایک ایسے مقام پر ہیں، جہاں سے ہمارا ایک غلط قدم ہمیں برسوں کی غلامی میں پھینک کر رہے گا، ہمارے کانوں میں جمہوریت، متحدہ گورنمنٹ، متحدہ ہندستان، مرکزی فیڈرل حکومت، متحدہ قومیت کی صدائیں ہر چہار جانب سے گونج رہی ہیں، مرقوم بالا امور کا تفصیلی ذکر کرنے سے پہلے چند سچی مثالیں ناظرین عدل و حق کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں، جن پر غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں صحیح منزل دکھائی دے گی،

(۱) پینتیس چھتیس سال پہلے یورپ میں آسٹریا ہنگری کے تحت چیک اور سلاویک دو بڑی قومیں تھیں، حکومت کے ظلم و تشدد سے ان دونوں قوموں نے آزادی کے لئے سر توڑ کوششیں کیں، اور آزادی بھی حاصل کر لی، اس آزادی کے نشہ میں دونوں قوموں نے "واحد قومیت" قائم کی، اور "چیکوسلاویکیہ" کی جمہوری حکومت بن گئی۔

چیک تعداد میں سلاویک سے دوگنے بڑھ کر تھے، تعلیم یافتہ، مالدار اور لامذہب تھے، مگر سلاویک ان پڑھ، غریب، تنگ دست اور پکے مذہبی تھے، اکثریت کے طفیل اب چیک حکومت قائم ہو گئی، آہستہ آہستہ چیک حکومت نے چیک اور سلاویک علاقوں میں اپنے چیک افسر اور لامذہب ٹیچر مقرر کر دئے، جن سے سلاویک مذہبی تعلیم پر برا اثر پڑ گیا، اور سلاواک قوم کی حالت بالکل خطرے میں پڑ گئی،

اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اقلیت (کم تعداد) والی قوم قومی اختلاف کے باوجود اکثریت (بڑی تعداد) والی قوم سے مل کر واحد قومیت میں شامل ہونا صحیح پوچھو تو اقلیت والی قوم کو اپنی خوشی سے اکثریت والی قوم کی غلامی کے طوق گلے میں ڈال لینا ہے۔

اسی سلسلہ میں ایک اور چیز بھی قابل ذکر ہے، چیکوسلاویکیہ حکومت میں قدیم زمانہ سے ۳۵ لاکھ جرمن رہتے تھے، جو کل مردم شماری میں ان کی تعداد ایک چوتھائی تھی، ابتداء میں حکمرانی بھی انہی کے ہاتھوں میں تھی، ان میں اور چیک میں نسل، رنگ، زبان، تہذیب اور تمدن میں بہت اختلاف تھا، اب چیکوسلاویکیہ کی جمہوری حکومت قائم ہو گئی، چیک اپنی اکثریت کے بل سے حاکم، اور سلاواک اور جرمن محکوم بن گئے، جرمن تو زبردست تھے، اور چیک سے نہیں دبتے تھے، اب چیک اور جرمنوں میں شدید ہنگامے بپا ہونے لگے، دونوں قومیں ایک دوسرے کے خون کی پیاسی تھیں، باہمی اختلاف اتنا بڑھا ہوا تھا، کہ ریلوے اسٹیشنوں میں ان کے جدا جدا پلاٹ فارم تھے، آبادیوں میں ان کی جدا جدا سکولیں تھیں، جدا جدا ہسپتال تھے۔

اب تو چیک کو حکومت کا زور تھا، حکومت کے اثر سے جرمنوں کی زبان، ادب، تمدن اور تجارت میں گھاٹا پیدا ہو گیا، ایسے زبردست جرمنوں کی معاشی حالت دن بدن کمزور ہونے لگی، اس اثنا میں انقلاب عظیم کی وجہ تمام جرمنی کے سپرد ہو گئے، اور انہیں نجات مل گئی۔

اس مثال کو اپنے پیش نظر رکھئے، کانگریس کو چیک اور مسلم جماعت کو جرمن مان کر مذہب، نسل، رنگ، زبان، ادب اور رسم الخط تہذیب و تمدن کے اختلاف پر غور سے دیکھئے کہ جب مسلم کو دھوکے سے پھر یہی کانگریس کی "واحد قومیت"

میں شامل ہونا صحیح معنوں میں مسلمانوں کو کانگریسیوں کا غلام بنانا ہے،

(۲) ایک اور سچی مثال بھی ہمارے لئے سبق آموز ہے، یورپ میں آسٹریا ہنگری حکومت کے ظلم و تشدد سے کروٹ (Croat) اور سلافینی قوموں میں آزادی کا جنون سوار ہوا، یہ دونوں قومیں اپنی ہمسایہ "سربی قوم" کے ساتھ مل گئیں، اور جد و جہد کے بعد آزادی بھی حاصل کر لی، ان تینوں قوموں میں مذہب، نسل، رنگ، زبان، تہذیب اور تمدن میں بہت اختلاف تھا، آزادی کے جوش و جذبات میں آئندہ کی کچھ نہ سوچی، اور تینوں قوموں نے ایک واحد قومیت بنا لی۔

کروٹ، سلافینی اور سربی وغیرہ قوموں کی کل مردم شماری ایک کروڑ ۲۰ لاکھ تھی، جن میں پچاس لاکھ سربی تھے، اور تیس لاکھ کیتھولک کروٹ اور ۱۰ لاکھ سلافینی تھے، ان میں ۳۰ دوسری قومیں رومانی، بلغاری، اور البانی مل کر ۳۰ لاکھ تھیں۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اگر سلافینی اور دوسری قومیں مل جاتیں تو ان کی کل تعداد ۷۰ لاکھ ہو جاتی، اور ان متحدہ قوموں کی اکثریت ہو جاتی، مگر ان قوموں میں آپس میں ملاپ نہیں تھا اس لئے یہ سب قومیں جدا جدا شمار ہونے لگیں، ان کے مقابل سربی قوم کی اکثریت تھی، ان قوموں کی باہمی نااتفاقی سے فائدہ اٹھا کر "سربی قوم" حکومت کی مالک بن گئی۔

سربیوں نے اپنے دل میں مطلب کو چھپا رکھا، اور جنگ کا زمانہ تھا، کروٹ، سلافینی وغیرہ کی خوشنودی کے لئے انہیں ایک سبز باغ دکھایا، وہ یہ ہے ۔۔ کہ سربیا کے وزیر اعظم نے ایک مشترکہ اعلان کیا۔

"کروٹ، سلافینی اور سربی قومیں ایک واحد قومیت رکھتی ہیں۔ یہ قومی سٹیٹ ایک جمہوری سٹیٹ کہی جاتی ہے، ان تینوں قوموں کے نمائندے مساویانہ حقوق کے ساتھ قائم رہیں گے، ان کے رسم الخط بھی مساویانہ طور پر جاری رہیں گے، اور ان تینوں کے مذہب آرتھوڈاکس، کیتھولک اور اسلام کے درجے مساویانہ ہوں گے"۔

جب سربی قوم اکثریت کے بل سے حکومت پر مستحکم ہو گئی سہج سہج کروٹ اور سلافینی کے حقوق کچلے جانے لگے، اب ان دونوں قوموں کروٹ اور سلافینی نے دیکھا کہ آسٹریا ہنگری کی غلامی سے نکل کر اپنی خوشی سے سربیوں کی غلامی کے طوق گلے میں ڈال لئے، اب بہت کچھ کیا، کیا ہو سکتا تھا؟ "پچھتاوے سے فائدہ کیا، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔

(۳) ان مثالوں سے اگر آپ کی تشفی نہیں ہوئی، تو ایک اور مثال لیجئے کہ برطانیہ تو انگلستان، اسکاٹ لینڈ، ویلز اور آئرلینڈ پر مشتمل تھا، انیسویں صدی کا ایک تہائی حصہ گزرا ہوگا، بنیادی حقوق کی ابتدا یہاں ہی سے ہوئی، انگلستان کی مردم شماری اسکاٹ لینڈ، ویلز اور آئرلینڈ کی مجموعی تعداد سے تین گنی زیادہ تھی، اس لئے ہر صورت میں انگلستان کو اکثریت حاصل تھی۔

یہاں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے، اسکاٹ لینڈ کی مردم شماری کا زوال کونسی سے آٹھ گنی بڑھ کر تھی، اس اعتبار سے اسکاٹ لینڈ کے نمائندوں کی تعداد کا زوال کے نمائندوں سے آٹھ گنی بڑھ کر رہنا چاہئے، اس کی جگہ پر دونوں کے نمائندے برابر برابر تھے، اس لئے کہ انگلستان کو اپنی اکثریت پر غرور تھا جو چاہا وہ کیا، ناظرین کو ذیل میں اکثریت کے کرشمے بتائے جاتے ہیں،

(۱) ۱۸۲۸ء تک پارلیمنٹ مجالس بلدیہ (میونسپلٹی) اور سرکاری ملازمتوں میں داخل ہونے کے لئے چرچ آف انگلینڈ عشاء ربانی (   ) لینا ضروری تھا۔

(۲) ۱۸۲۹ء تک کیتھولکس کو کسی قسم کی نمائندگی کا حق نہیں تھا۔

(۳) ۱۸۲۹ء تک کوئی یہودی پارلیمنٹ کا ممبر بن نہیں سکتا تھا۔

(۴) ۱۸۷۱ء تک جو کوئی بھی ہو جب تک پروٹسٹنٹ مذہب کے اصول کو نہیں مانتا تھا آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

(۵) سب قومیں چرچ آف انگلینڈ کو لازمی طور پر عشر دیتی تھیں۔

(۶) اگر کوئی شادی کرنا ہوتا، تو چرچ آف انگلینڈ کے پادری کے پاس حاضر ہونا ضروری تھا۔

۱۹۲۰ء تک آئرلینڈ کے ساتھ جو رواداری تھی، دنیا اس سے بے خبر نہیں ہے، انگلستان نے بنیادی حقوق کے ذریعہ دوسرے مذہبوں کو کچل کر اپنی تہذیب اور قومیت مسلط کیا۔

یہاں ایک اور چیز بھی قابل یاد ہے کہ جب انگلینڈ اور آئرلینڈ کی وحدت (یونین) قائم ہو گئی، اور قانون جمہوریت عمل میں آیا، آئرلینڈ کے نمائندوں میں "اوکانل" اور "پارنل" قانون داں زبردست لیڈر تھے، مگر انگلستان کی جمہوریت کے مقابل کسی کی دال کیا گل سکتی تھی، آئرلینڈ نے ۱۱۸ سال تک ان تھک کوششیں کیں، مگر انہیں تو پارلیمنٹ میں کبھی کوئی اقتدار حاصل نہیں ہوا۔ یہ کوئی چھپی بات نہیں ہے کہ ہندوستان میں مختلف نسلیں ہیں، مختلف قومیں ہیں، ہر ایک قوم کی نسل، رنگ، مذہب، زبان، تہذیب، اور تمدن میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، اس اختلاف کے مقابل مسلمانوں کو کانگریسیوں کے ساتھ (ایک ہندو قومیت) میں شامل کرنے اور مسلم قوم کو کانگریسیوں کی غلامی کی جال میں پھنسانے کی کوشش [illegible] پنڈت جواہر لال نہرو [illegible] کرنا مگر ہندو مسلم [illegible] ہندوستان کے مسلمانوں [illegible] تمام کا [illegible]

کے لئے بہت کوشاں ہیں، اور یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔

(۱) مسلمانوں کی نسلیں مختلف ملکوں میں جدا جدا ہیں، ان کے رنگ جدا جدا ہیں، ان کی پوشاکیں جدا جدا ہیں، غذائیں جدا جدا ہیں، تہذیب و تمدن جدا جدا ہے، پھر بھی وہ مسلمان ہیں، مثلاً ترکی میں دیکھو، وہاں کی نسلیں جدا جدا ہیں، زبان جدا، غذائیں جدا جدا، تہذیب و تمدن جدا جدا، کیا وہ سب مسلم نہیں ہیں؟

افغانستان، عربستان اور ایران کو لو، ان ملکوں میں ہر ایک ملک کی نسلیں جدا جدا، زبانیں جدا جدا، پوشاکیں جدا جدا، تہذیب و تمدن جدا جدا، کیا وہ سب مسلمان نہیں ہیں؟

ان مثالوں اور تذکروں سے مسلمانوں کو یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ ہندوستان میں سب کے سب کھدر ٹوپی، کھدر کرتہ اور دھوتی کے استعمال سے اسلام کہاں دوڑ جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان زبان کے لئے نہیں اٹھے ہیں، نہ ہی پوشاک کے لئے، نہ غذاؤں کے لئے، بلکہ ہر ایک مسلم کو اپنی اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت مقصود ہے، جس کے لئے مسلم اپنی جانیں تک قربان کر دیں گے، ان کانگریسی علماء کو یاد رہے، کہ ہر ایک مسلم کی تہذیب، پوشاک، غذائیں، قرآن حکیم کے احکام کے خلاف نہیں ہو سکتیں، قرآن حکیم نے جن غذاؤں کو حلال بتایا ہے، وہی مسلم کی غذائیں ہوں گی، خواہ وہ کسی ملک کا یا کسی نسل کا ہو، مسلم کی پوشاکیں کیسی ہی کیوں نہ ہوں، ان سب میں ستر مرد اور عورت کے لئے مخصوص ہے، ہماری پوشاکیں ہندوستان میں مسلمانوں کی شخصیت کو ظاہر کرتی ہیں، ظاہر میں ایک ہندو مسلم کب ایک ہو جائیں، کانگریس کی کھدر ٹوپی، کرتہ اور دھوتی پہننے کے بعد وہ ہو جائے گا۔ اور اسلامی شخصیت کو مٹانے کو تیار ہو جائے گا۔۔۔

(باقی آئندہ)

اسلامی اجتماعی زندگی

انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے، جماعتی زندگی بسر کرنا انسانی فطرت ہے، یعنی انسان کو دنیا میں زندہ رہنا ناممکن ہے، اگر وہ جماعتی زندگی بسر کرنے پر مجبور نہ رہے، قابلِ یاد یہ امر ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کا محتاج ہے، اور ہر انسان کا فائدہ اس کی جماعت کے فائدے میں ہے، اور جماعت کا فائدہ اس کے افراد کے فائدے میں ہے، نظامِ کائنات میں تم دیکھ رہے ہو کہ چرند پرند ہی نہیں، کیڑے مکوڑے تک جماعتی زندگی بسر کر رہے ہیں، شہد کی مکھیوں کا مشاہدہ کیا جائے، جو جماعتی زندگی کی ایک سنہری مثال ہے وہ اپنی باہمی امداد (تعاون) سے ایک عمدہ چیز شہد پیدا کرتی ہے تو انسان اشرف المخلوقات ہے، اور نظامِ فطرت کے تحت جماعتی زندگی میں باہمی تعاون کے طفیل جماعت کو یعنی قوم کو شہد سے بہتر دنیا کی ثروت و شائستگی دے سکتا ہے،

اس لئے اس رب العالمین نے باہمی تعاون کی تکمیل اور ناداروں کی ضرورتوں کو دور کرنے کی ایک منظم شکل صرف اسلامی تنظیم کی دنیا میں قائم کر دی ہے، اس خصوص میں خداوند عالم نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ یعنی نائب بنا کر بھیجا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ — جب تیرے رب نے فرشتوں سے
إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ — کہا کہ میں زمین پر (اپنا) خلیفہ
خَلِيفَةً (بقرہ) — پیدا کرنے والا ہوں۔

اس وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب ملا، جب انسان کو خدا کا نائب ہونے کا اتنا بڑا منصب ملا ہے، یہ اس منصب کے اس وقت قابل ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے آقا کے مالک کے کام خود کر کے بتاتا ہے، اگر ایسا نہ کیا جائے تو نہ وہ آقا یا مالک رہا، نہ یہ اس کا نائب، خدا کی ذات و صفات قابلِ ذہن نشین ہیں۔

وہ رب ہے وہ تمام کائنات کو پالتا ہے، وہ رحمٰن و رحیم ہے پوچھے اور بے پوچھے اس نے ہزاروں احسان کئے ہیں، اس کے احسانوں کا کوئی بھی حساب نہیں لگا سکتا۔

یونہی انسان اس کا نائب ہونے کے اعتبار سے اپنی اپنی استعداد و حیثیت کے مطابق اپنی اپنی جماعت کے افراد کے ساتھ باہمی تعاون یعنی امداد سے کام نہ لیں، تو وہ خدا کا نائب ہونے کے کب قابل رہا؟ باہمی تعاون کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ احسان کرنے والے بندوں کو اپنا دوست بنا لیتا ہے۔

وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ — اور (اپنے بندوں پر) احسان کرنے
الْمُحْسِنِينَ ( ) — والوں کو اپنا دوست بنا لیتا ہے،

انسان کو اس حاکمِ حقیقی کا حکم ہے۔

أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ( ) — جو رزق خدا نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ (والتین) — کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟

ہاں! وہ حاکم الحاکمین ہے، بادشاہوں کا بادشاہ ہے، زمین اور آسمان کا خالق ہے ۔۔۔ خداوند عالم اگر رزق ارزانی نہ کرے، تو دنیا میں وہ کون ہے جو تمہیں دے سکتا ہے۔

أَمَّنْ هٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ — بھلا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے
إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ( ) — اگر وہ (خدا) اپنا رزق (دینا) روک لے؟

فِی عُمُدٍ مُّمَدَّدَۃٍ (الھمزہ) ۔ لیکن تم کنجوسی اور دولت پر اکڑ رہے ہو۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ (یٰسین) وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے۔

خزانے اس کے ایک اشارے پر قائم ہیں، اگر وہ چاہیں تو کوہ ہمالیہ کو سونے کا ایک ڈھیر بنا دے۔

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (یٰسین) اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو کہہ دیتا ہے "ہو جا" وہ ہو جاتی ہے۔

تمام غریب، امیر، لکھ پتی، ارب پتی اس کے محتاج ہیں۔ تم اپنے ایمان سے کہو کہ تم اس کو اپنا آقا یا مالک سمجھتے ہو، اور صحیح طور پر خود کو اس کا نائب جانتے ہو، تو کیا اس کا دیا ہوا اس کے حکم کے مطابق تم اپنوں پر، قریبی رشتہ داروں پر، یتیموں پر خرچ نہ کرو گے؟ اس طرح نہ کرنے کا تم کو کیا حق حاصل ہے؟ اگر تم اس کا حکم نہ مانیں، تو کیا تم مسلم (خدا کا حکم ماننے والا) کہے جاؤ گے؟ یا نہیں، تو نافرمان (کافر) نہ کہے جاؤ گے؟ یہ زندگی تمہیں مستعار ملی ہے، تم اس دنیا میں کب تک رہو گے؟ تمہیں ہمیشہ کا اجارا تو نہیں ملا ہے؟

مگر انسان بھی کتنا غافل ہے! کتنا خود غرض ہے! زر پرست ہے! وہ خدا کی دی ہوئی دولت سے خدا کے محتاج بندوں پر خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے یوں خیال کرتا ہے کہ اس نے جو کچھ بھی کمایا ہے، وہ تو اپنی بیوی بچوں کی آسائش کے لئے ہے، اگر خرچ بھی کروں، تو نفع کمانے کے لئے۔ اگر مجھے خیرات کرنا ہے، تو اتنا تو ہو کہ اپنا نام بڑھے، اپنی شہرت ہو جائے، کہ بڑا مالدار ہے، بہت خیرات کرنے والا داتا ہے، امدادی فنڈ وغیرہ میں دوں، تو سرکار یا حاکم سے خطاب ملے، اونچی اونچی کرسیاں ملیں، لوگ سامنے جھکیں اور اس کی تعظیم کریں، اگر یہ نہ ہوں، تو کیوں میں اپنا مال خرچ کروں؟

اگر کوئی یتیم ہے بھوکا ہے، مصیبت میں پھنسا ہوا ہے، تو میں کیا کروں؟ اس کے باپ کو چاہئے تھا کہ قبل از مرگ اس کے لئے کچھ کما کر چھوڑ جاتا، کہتے ہیں کوئی بیوہ ہے اپنی مصیبت کی گھڑیاں کاٹ رہی ہے، کیا مرنے سے پہلے اپنے بال بچوں کے لئے کمائی کر کے جمع رکھ جانا اس کے شوہر کا کام نہیں تھا؟ کوئی مفلس ہے تنگی کی سختیاں برداشت کر رہا ہے، تو میں کیا کر سکوں؟ اللہ تعالیٰ نے میری طرح اس کے ہاتھ پاؤں دیئے ہیں، اور آنکھیں بھی دی ہیں، کیا وہ اپنی مزدوری نہیں کر سکتا؟ کیا یہ اس کا کام نہیں؟

قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطْعَمَہٗٓ (یٰسین) کافر مومنوں سے کہتے ہیں ہم (بھلا) ان لوگوں کو کس لئے کھانا کھلائیں، اگر خدا چاہتا تو خود انہیں کھلا دیتا۔

اس قسم کی بدترین ذہنیتیں اس کی تنگ نظریاں ہیں جو انسان کی اجتماعی زندگی کے لئے مہلک ہیں۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ (البقرہ) اور جو کچھ تم راہ حق میں خرچ کرو گے وہ تمہارے ہی لئے (یعنی بھلائی) ہے۔

اسلام کو خصوصًا اولو العزم انسانوں کی ذات پر ناز ہے جو مسلم بالطبع اولو العزم ہوتا ہے، اس میں مذہبی عصبیت (طرفداری) موجود ہوتی ہے، عصبیت اپنے اندر محاسن اخلاق کا ذخیرہ رکھتی ہے، وہ اس کی خود غرضی اور تنگ نظری کو مٹا دیتی ہے، اور اس میں ایثار نفسی کا مادہ پیدا کر دیتی ہے، جب ایک مسلم بھائی اس کو اپنی فریاد رسی یا امداد کے لئے بلاتا ہے، تو وہ بجلی کی طرح دام سے درم سے قلم سے اور جان کر اس کی امداد کے لئے دوڑ آتا ہے، اس میں اپنے اہل و عیال کی اور اس کے بعد اپنی قوم کی محبت ہوتی ہے، اس کا عقیدہ اتنا راسخ ہوتا ہے کہ آج کسی یتیم یا مجبور لڑکے کے ساتھ امداد کی جائے، تو وہ ممکن ہے کہ اچھا تعلیم یافتہ بن جائے، ایک ہوا لیڈر، نمود و نمائش

صدائے مظلوم!

اسلام کی دلدادہ ایک خاتون جھکوری

انسان بھی ایک حیوانِ ناطق ہے، خدائے تعالیٰ نے اس کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا فرمایا ہے، اس کی ابتدائے آفرینش سے اس کی دو جنسیں ہیں۔ مرد، عورت۔

اس کارزارِ حیات میں یہ ہر دو دوش بدوش ہیں، مگر دنیا کی تماشہ بین آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ نورِ حق و صداقت محجوب ہے، ظلم و طغیان کا طوفان ہر چہار جانب محیط ہے، اور عورت تمدنِ انسانی میں کوڑے کرکٹ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، اس کی جگر خراش داستان نہایت قابلِ افسوس ہے، اس معمورۂ ہستی پر آبادیاں، باغ، جنگل، پہاڑ، دریا، گل و بوٹے، پھل اور میووں کو مربیٔ حقیقی نے مرد کے لئے الگ اور عورت کے لئے الگ نہیں بنایا، خود اسلامی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ مرد کے ہر کام میں عورت اس کی شریک رہی ہے میدانِ جنگ میں بھی مردوں کی کامیابی کا سہرا عورتوں کے سر رہا ہے، بارگاہِ رسالت سے عورت اس قدر حقوق لے کر آئی، کہ غیر اسلامی دنیا دیکھ کر دنگ رہ گئی، افسوس آج ہندستان میں صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جس سے زیادہ احسان فراموش مذہب کوئی نہیں۔

کیا یہ وہی عورت نہیں جس کے بطن سے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا ہوئے؟ لاکھوں صالحین، شہدا اور صدیقین نے جنم لیا! کیا ہزاروں بادشاہ اور عظیم الشان ہستیاں پیدا نہیں ہوئیں؟ کیا رستم دوران بہرام اسفندیار، اس کی گودیوں میں پرورش نہ پائے؟ کیا اس کے دودھ کے طفیل ان تمام کی ہڈی بوٹیاں نشوونما نہیں پائیں؟ کیا ماں (عورت) کے پاؤں کے نیچے جنت نہیں ہے؟ پھر بھی الزام لگاتے ہو کہ عورت ناقص العقل ہے؟ سانچ کو آنچ نہیں کیا کھری کھری کہنا بھی بُرا ہے؟ کیا مرد چور نہیں؟ لٹیرا نہیں؟ ڈاکو نہیں؟ اس کے ثبوت کے لئے فوجداری عدالتیں موجود ہیں کیا وہ جوا باز نہیں؟ وہ شرابی ہے، گانجہ، بھنگ، افیون اور مدک وغیرہ چیزیں اس کی محبوب ہیں، تھیٹروں میں وہ ہے، سینماؤں کو اس نے اپنا اچھا خاصا گھر بنا رکھا ہے، کیا ایسی زندگی اس کے لئے قابلِ شرم نہیں؟ اچھا مرد ہی بتائے کہ وہ کیا اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے، کیا وہ نماز پانچ وقت پڑھتا ہے؟ کلام پاک میں کئی جگہوں میں مربیٔ حقیقی نے شجر و حجر، حشرات الارض کی مثالیں بتا کر حکم دیا ہے، خدا کی عبادت کرو،

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ — سورج اور چاند خدا کے مقرر کئے
وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ — ہوئے اندازوں پر چل رہے ہیں، اور ستارے
(رحمٰن) ... — اور درخت سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

کیا وہ اس حاکم الحاکمین کے نائب، اور اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے خدا کی عبادت نہ کریں، تو ان کی زندگی ان جڑی بوٹیوں سے بھی بدتر نہیں ہے؟

بقیہ اب نصف مضمون

کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرتی ہوں، کہ

یا ایہا الاخوان! ہندستان میں مسلمانوں نے اسلامی احکام کو ٹھکرا دیا، اور عورت کو اسلام نے مرد کے برابر درجہ عطا کیا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ — وہ تمہارے لئے لباس ہیں،
لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ) — اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

مگر اس کو گھر کی صاحبہ سے لونڈی بنا دیا ہے، اور اس کے حقوق غصب کر دئے، ان بدنصیب عورت پر نت نئے مظالم ڈھائے جانے کی خبریں ہمارے کانوں تک پہنچ رہی ہیں، لہٰذا بصد عجز و منت مسلم بھائیوں سے استدعا کی جاتی ہے کہ اپنی بیویوں سے شرافت اور انسانیت کا سلوک کریں، جن کے متعلق ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے ہمیں تعلیم دی ہے، مکرر آپکو متوجہ کرنا نامناسب نہ ہوگا، کہ عورتوں کے ساتھ لڑکوں کے برابر نیک سلوک، ترکۂ پدری، تعلیم و تربیت، خلع، کثرت ازدواج، مہر، بیوہ کا نکاح، پردہ کی مناسب رواداری پر ایک گہری نظر ڈالی جا سکے، اب زمانہ انقلاب پذیر ہے، اب بھی مسلم بھائی اسلام کے سچے اصول سمجھیں، اور عورت کے حقوق کو پہچانیں، تاکہ دنیا ان کے لئے جنت بن جائے۔

میں اس مضمون کو اس سچے واقعہ کے اظہار پر ختم کرتی ہوں

"ایک بہن اپنے شوہر سے"

"میرے سرتاج! آپ ہم سے افضل ہیں آپ ہر ... میں کوئی شک نہیں، آپ تکالیف جھیلتے ہیں اور محنت مشقت کرتے ہیں، اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے ہمیں ہر طرح کی راحتیں پہنچاتے ہیں، ہاں کچھ دیر کے لئے آپکو میری حالت کی طرف متوجہ کرتی ہوں، اب وہ بے فکری کا زمانہ یاد آتا ہے، والدہ ماجدہ تھیں، جو نہی میں نیند سے چونک پڑتی، میری ناز بردار والدہ گھنٹوں اور گھڑیوں خوشامد کر کے میرا منہ دھلاتیں، کھانا کھلاتیں، افسوس وہ مجھ سے علیحدہ ہو گئیں، والد مجھے اپنی آنکھوں کا نور سمجھتے تھے، وہ مجھ سے جدا ہو گئے، بھائی بہن صبح تا شام لے چلے کھیل اور تماشے میں گذارتے تھے، وہ اس شادی کی بدولت الگ ہو گئے، آپ نے محبت کے وعدوں، اور چین و آرام سے رکھنے کے اقراروں سے اپنے تمام عزیزوں سے جدا کر دیا، آپ تو میرے سرتاج ہیں، دیکھنے میں تو آپ میرے کیسے عزیز جو اپنی جان سے زیادہ پیارے تھے، قربان کر دئے، اس وقت کو یاد رکھئے، آپ نے ہنسی، خوشی اقرار صالح کر کے تمام عزیزوں سے الگ کر کے مجھے اپنے قبضہ میں لے لیا، اب اس گھر کی پریشانیوں میں یہ ڈھانچہ رہ گیا، طوطے کی طرح آنکھیں نہ بدلیں۔ میں نے آپکے لاڈلوں کی پرورش میں جان قربان کر دی، ان پر غور کیجئے اور انصاف سے دیکھئے، کہ میں کس سلوک کی مستحق ہوں۔

شکریہ!

هٰذا من فضل ربی! اس نے فضل عز و جل سے جو کچھ بھی عطا فرمایا ہے، وہ تو دین و دنیا سے محروم نہ رہے گا، البتہ وہ نیچ ہو کر ہمارے اعتدالی امور میں جناب سید عبدالغفار صاحب مالک دی پرنٹنگ ورکس زمیا باجدو و بنگلور سٹی، نیز جناب عبدالرحیم صاحب چینا شاپ بر مارکٹ بنگلور سٹی نے جس قدر بھی ہمارا ہاتھ بٹایا ہے، ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں نیز قبل اشاعت جتنے بھی احباب کرام نے رسالہ کی خریداری سے ہماری ہمت افزائی فرمائی ہے، ان کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے! منیجر

گزارش

خریداروں سے عرض ہے کہ خطوط میں نیا خریداری نمبر اور پتہ بوضاحت اور نمایاں لکھیں تاکہ تعمیل میں تاخیر نہ ہو۔

منیجر

سوال وجواب!

(از خریدار میسور)

سوال جناب ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم۔۔۔! آپ کی عرضداشت ہماری نظر سے گذری کیا آپ کا رسالہ کشتی میں لکھے ہوئے امور پر روشنی ڈالیگا؟

جواب جناب! ماہ نامہ "الاسلام" کی خریداری قبول کر کے جواب حاصل فرمائیں۔

سوال (از خریدار میسور) محترم ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم! کیا یہ عارضی حکومت کامیاب ہو سکتی ہے؟

جواب جناب! جب تک کانگریس لازماً مسلم لیگ سے تعاون نہ کرے کامیابی کی امید نہیں کیا جا سکتا۔

سوال (از خریدار عامراجنگر) مکرمی مدیر صاحب! السلام علیکم۔! ۲۹ستمبر ۱۹۴۶ء کا "ڈی ٹائمس" مظہر ہے کہ مولانا آزاد "مڈل ایسٹ مسلم ممالک کے لئے بطور ایلچی منتخب ہوئے ہیں، آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب ہاں! لکھا تو ہے لیکن ٹھیک نہیں کہا جا سکتا، پھر بھی دیکھیں، کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔

سوال (از خریدار شیموگہ) بخدمت جناب مدیر صاحب "ماہنامہ الاسلام" ذیل کے سوالات کے جوابات براہ کرم شائع فرمائیں تو عنایت ہوگی۔

(۱) کیا موسیقی اسلام میں ممنوع ہے؟

جواب موسیقی ایک قوت رکھتی ہے، جو انسان کی دماغی قوتوں اور صلاحیتوں کو جذب کر لیتی ہے، جس سے انسان عالم مدہوشی میں اکثر لغزشیں کر بیٹھتا ہے، جو جماعتی زندگی کے نقصان کا باعث ہو جاتی ہے، لہٰذا یہ ممنوع قرار دی جاتی ہے۔

(۲) کیا فن فلم سازی اسلام کے لئے کار آمد ہے؟ —

جواب فن فلم سازی بذات خود کوئی بری شئے تو نہیں ہے واقعی یہ سائنس کا ایک ترقی یافتہ حاصل ہے جس سے بہ یک وقت تعلیم و تلقین، اور تبلیغی کام آسانی کے ساتھ لیا جا سکتا ہے، مگر آج کل اس کا صحیح استعمال نہیں ہو رہا ہے، عشقیہ گیت اور حسن کی تعریف و فسانے جو آج کل فلمائے جا رہے ہیں، ان کی جگہ اسلامی تعلیم و تبلیغ کا کام لیا جائے، تو ہم سمجھتے ہیں کہ ان دنوں جو فساد اور ہنگامے اور تشدد و ظلم دیکھے جا رہے ہیں وہ ایک لخت مٹ جا سکتے ہیں، اور بندگان خدا ایک صالح نظام عمل اور زندگی کے کارفرما ہو جا سکتے ہیں، اور دنیا میں امن اور چین قائم ہو جا سکتا ہے۔

(۳) یہ کوئی چھپی بات نہیں ہے کہ اسلام میں متعدد فرقے موجود ہیں، ہر ایک فرقہ اپنے آپکو صراط مستقیم پر ہونے کا مدعی ہے، مہربانی سے بتائیے کہ ہم کس فرقہ کو صحیح مسلم کہہ سکتے ہیں؟

جواب مکرمی! اسلام کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جو ٹکڑے ٹکڑے کیا جا سکے، اسلام ایک صالح نظام اور صالح زندگی کا نام ہے، "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام" (دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے) جو کوئی فرقہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، جب تک وہ قرآن حکیم کے احکام کا پابند نہ ہو اور "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" کی پیروی نہ کرے، وہ سچا مسلم نہیں کہا جا سکتا، آپکو ماہ نامہ "الاسلام" کے متواتر مطالعوں سے اسلام کے صحیح معنے اور مفہوم حاصل ہو سکتے ہیں۔

سوال (از خریدار جیلدرنگ) بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم! میرے دادا جان قبلہ جب کبھی کمرے میں تشریف فرما ہوتے ہیں، اور کمرہ کی دیواروں پر لگی ہوئی تصویروں کو دیکھ کر مجھ پر خفا ہو جاتے ہیں، آخر بات کیا ہے؟ نہ تو وہ تصویریں زنانی ہیں، نہ ہی فلمی، نہ ہی ان سے کسی قسم کے برے اثرات اخلاق پر مرتب ہو سکتے ہیں، یہ تصویریں بہترین منظروں کا کلکشن ہے، جن کو میں نے کثیر اخراجات سے جمع کی ہیں، براہ کرم بتائیے کہ دادا جان صاحب کس لئے ناراض ہوتے ہیں؟ —

جواب عزیزی! آپکے دادا جان صاحب صحیح معنوں میں ایک سچے مسلم معلوم ہوتے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ اسلام نفس پرستی کو پسند نہیں کرتا ہے، جب انسان نفس پرست ہو جاتا ہے، تو وہ نفس پرستی کے نشہ میں اپنی قوم کے مستحق بھائیوں کی ہمدردی کو نظر انداز کر دیتا ہے، خود غرضی یقیناً نفس پرستی کا حاصل ہے جس سے حیوانی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں، آپ نے ان تصاویر کے لئے جو کچھ روپیہ خرچ کیا ہے، اس کو کسی غریب محتاج یا یتیم کی تعلیم میں خرچ کئے ہوتے، یا قومی بہبودی کے کاروبار میں استعمال کئے ہوتے تو کیا اچھا ہوتا! —

سوال (از خریدار کولار) عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے مسلم بھائیاں یوں تو ہمیشہ مغربی تہذیب اور اس کی تقلید کے بدولت نالاں رہتے ہیں، اس کے باوجود وہی ہیں، جو اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم کی ترغیب دیتے ہیں، کیا اسی میں قوم کی بہبودی ہے، کہ ایک طرف تو نالاں رہیں پھر بھی اسی تعلیم و تقلید کے علمبردار بنے رہیں؟ —

جواب میرے محترم! آپکے سوال سے ہمیں پوری ہمدردی ہے، ہم یہی چاہتے ہیں کہ "ماہنامہ الاسلام" کے پڑھنے والوں کے دماغ بیدار ہو جائیں، اور اپنے شعور اور بالغ النظری کا استعمال کریں، یہ صاف بات ہے، اس میں کوئی الجھن تو نہیں ہے، اسلام کسی علم و فن کے مانع نہیں ہے، دیکھئے! عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (سکھایا آدمی کو وہ باتیں جو وہ نہیں جانتا تھا) — پروردگار عالم نے ہمیں دنیا میں پیدا کیا، اور زمین کو فرش کی طرح ہمارے لیے بنایا، اس میں طرح طرح کی غذائیں اور میوے ہمارے لئے پیدا کئے، هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (وہی خدا تعالیٰ ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے، سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا) — اور ہمیں دنیا کے ہر شعبۂ علم و فن کے راز بتائے، اور ان کے ساتھ

آہ!

نہایت رنج و غم کے ساتھ بھائی

ابو العرفان سید عبد القدوس صاحب

[illegible] کی وفات کی خبر درج کی جاتی ہے

بھائی صاحب مرحوم بغرض تربیت صحافت "اخبار کوثر لاہور" بھیجے گئے تھے، وہاں سے کوئی ۲ ماہ کے قیام کے بعد "دارالسلام" پٹھان کوٹ تشریف لے گئے! خبر ملی ہے کہ [illegible] کی صبح دریائے راوی میں چند دوستوں کے ساتھ تیر رہے تھے تیرتے تیرتے اچانک غرق ہو گئے، آہ! "انا للہ وانا الیہ راجعون" — بھائی مرحوم کی علمی قابلیت اور اردو ادبیت محتاج بیان نہیں، مرحوم نے زمانہ طالب علمی میں چند انگلش ناول اور ڈراموں کا اردو میں ترجمہ کیا، وہ زندہ [illegible] ہیں، بلکہ جامعہ مسعود کے مایہ ناز ہیں، جو جامعہ ہذا کے طلبہ پر نہایت اردو ادب، مرحوم کی کاوشوں کا نتیجہ ہے — بھائی مرحوم کو زمانہ طالب علمی سے ہی "خدمت اسلام" کا بڑا ذوق تھا، آہ! اسی ذوق نے انہیں دریائے راوی کے سپرد کیا — افسوس ملت اسلام کیسے ہونہار خادم کی خدمات سے محروم رہی، [illegible] رنج و غم کافی نہیں [illegible] کافی نہ ہوتا قلم [illegible]

خداوند [illegible] رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے

"[illegible] محمد رفیقی"

ساتھ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں صالح زندگی کا طریقہ بتایا، جو ایک خاص تہذیب اور خاص تمدن ہے، اسی کا نام اسلام ہے، علم و فن کی ترقی کے یہ معنی نہیں، کہ ہم اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ (طریق میں و طریقۂ زندگی) کو چھوڑ دیں، اور جو علم حاصل کرنا شروع کریں اسی کی تہذیب و تمدن کے دلدادہ بن جائیں یہ اظہر من الشمس ہے کہ ہم اور ہمارے نونہال مغربی تہذیب کے طوفان میں چاروں جانب سے گھرے ہوئے ہیں، اب ہمارا فرض اولین یہ ہوگا، کہ اس طوفانِ شورانگیز سے باہر نکل آئیں، اور عقل سلیم کے ساتھ خدائے قدوس کے کلام پاک میں بتائے ہوئے طریق صالح پر عمل کریں۔

سوال (از یک خاتون بنگلوری) جناب ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم! میں جناب سے یہ معلوم کیا چاہتی ہوں کہ سینماؤں میں مسلمان بادشاہوں کے فلم دکھائے جا رہے ہیں، کیا وہ واقعی صحیح ہیں یا خیالی؟

جواب محترمہ! سخت افسوس ہے، خدا جانے کہ ان فلم سازوں کو کیا ہو گیا ہے، کیا ان کی عقل کے طوطے اڑ گئے ہیں، جتنے بھی نام فلمی تصاویر کے لئے ان کے ذہن میں تھے، بس ایک ایک کرکے ان سب کو ہڑپ کر گئے، اب گذرے ہوئے مسلم سلاطین کے ناموں کی طرف ان کی متلاشی و للچائی ہوئی نگاہیں پھری ہوئی ہیں، نہ ہی وہ تاریخی سچے واقعات پیش کرتے ہیں، نہ ہی وہ اس کے اہل ہیں، کم از کم یہ تاریخی صحیح واقعات پیش کرنے کی سعی کرتے، ان نااہلوں نے کیا تو صرف یہی کیا، کہ تاریخ کے اوراق سے جو نام پسند آ گیا، اس کے متعلق من گھڑت فسانہ گھڑ ڈالے جس سے ایک طرف سلاطین ماضیہ کے کارناموں کی بے حرمتی اور توہین ہو رہی ہے، دوسری طرف ان سلاطین کی شان و شوکت جاہ و حشمت، جاہ و جلال اور ان کے نیک کارناموں کا غلط اندازہ ناظرین کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے، کہا کیا جائے حامیانِ قوم کو ان امور کا حس نہیں ہے، اگر ہماری نفس پرستی اور ہمارا ذوق و شوق تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا ہے، اور ہمارا لاکھوں روپیہ روزانہ ان فضول خرچیوں میں لٹتا جا رہا ہے ——

سوال (از جناب کے سید قادر صاحب تاجر بیڑی سگریٹ ٹانک روڈ بنگلور سٹی) بخدمت محترمی جناب منتظم صاحب ماہنامہ الاسلام۔ السلام علیکم! مابین اشخاص مثلاً زید، عمر، بکر ہر ایک اپنی ہمشیرہ کا نکاح اپنے نکاح کے عوض کرتا ہے، اور ہر ایک ہی قائم ہے، یعنے زید اپنی ہمشیرہ کا نکاح بکر سے اور بکر اپنی ہمشیرہ کا نکاح عمر سے اور عمر اپنی ہمشیرہ کا نکاح زید سے کرتا ہے، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ اگر ہے تو کہاں تک صحیح ہے اور مہر کا کیا سوال ہے؟

جواب اگر زید کے ماں یا باپ سے عمر کا، یا عمر کے باپ یا ماں سے بکر کا، یا بکر کے باپ یا ماں سے زید کا رشتہ بھائی، چچا، ماموں، پھوپھا، خالو کا نہ ہو، تو جائز ہے۔۔۔ اس خصوص میں قرآن حکیم کا فیصلہ اٹل ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ	اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو،
مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ	جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں
سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً	مگر جو گذر چکا، یہ بے حیائی اور سخت
وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ؕ	بیزاری کی بات ہے، اور بری راہ
حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ	ہے، تم پر (یہ عورتیں) حرام کی
وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ	گئی ہیں، تمہاری مائیں، تمہاری
وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَ	بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری
بَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ	پھوپھیاں، تمہاری خالائیں،
اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ	اور بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں
مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ	اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے
نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي	تم کو دودھ پلایا ہے، اور تمہاری
فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ	رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں

اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (النساء)

کی مائیں اور تمہاری پالی ہوئی لڑکیاں جو تمہاری حفاظت میں ہیں۔ ان عورتوں (بیویوں) سے جن پر تم داخل ہو چکے ہو، اور اگر تم ان پر داخل نہ ہوئے ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں اور جو تمہاری بیٹیوں سے ہوں، اور یہ کہ تم دو بہنوں کو اکٹھا کرو، مگر جو گزر چکا، اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ــــ

سوال (از جناب عبد المجید صاحب حیدر آبادی) جیسے کہ آپ اور ہم سب جانتے ہیں کہ دنیا میں ہزارہا معاشی نظریات ہزارہا معاشی حل مرتب کیے گئے ہیں، لیکن معاشی مسئلہ بجائے حل ہونے کے اتنا ہی اہم اور سنگین ہو رہا ہے، کیا اسلام میں کوئی معاشی حل نہیں ہے؟

جواب سچ ہے کہ دنیا کے مفکروں نے بے حساب نظریئے قائم کئے ہیں، مگر ان سب کی فکری ترتیں معاشی مسئلہ پر اس طرح مرکوز ہیں، کہ معاشی مسئلہ بجائے سلجھنے اور سہل ہونے کے اور زیادہ تر الجھتا اور مشکل ہوتا جا رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے، معاشی مسئلہ کو انسانی زندگی کا واحد مسئلہ سمجھ لیا گیا ہے، یہی سب سے بڑی غلطی ہے،

معاشی مسئلہ اصل میں انسانی زندگی کے اہم مسئلہ کا جزو ہے، مفکروں نے اس کو مسائل زندگی کے مجموعے سے الگ کر کے انسانی زندگی کا ایک بڑا مسئلہ بنا دیا ہے، وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں، کہ معاش یعنی روٹی حاصل کرنا انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے، اور باقی سارے مسائل درخت معاش کی شاخیں ہیں، حقیقتاً ایسا نہیں ہے، جس طرح ایک سائیکل کے مختلف پرزے ہوتے ہیں، اور ہر ایک پرزے کا مقصد سائیکل کو چلانا ہے، اگر ہم سائیکل کے کسی ایک پرزے کو لے کر اہمیت دینے لگیں، اور باقی پرزوں کو صرف اس ایک پرزے کی شاخیں سمجھ کر چھوڑ دیں، اور صرف اس ایک پرزے سے سائیکل کو چلانا چاہیں، تو سائیکل یقیناً نہیں چلے گی، اسی طرح انسان بھی ایک خاص مقصد لے کر دنیا میں آیا ہے، اور ملت اسلام اس مقصد کی تکمیل ہے، جس کے مختلف پرزے ہیں، ان میں سے ایک پرزہ معاش بھی ہے ہمارا فرض ہے، کہ اس کو (معاش کو) غیر متوازن کئے بغیر ہر پرزہ کے ساتھ اس کی بھی حفاظت کریں، تاکہ سائیکل کی چال برقرار رہے، اس لئے کہ ملت اسلام میں مسئلہ معاش کی الگ مستقل حیثیت نہیں ہے، بلکہ دوسرے مسائل زندگی کے ساتھ یہ ایک اہم مسئلہ کا جزو ہے، البتہ یوں کہہ سکتے ہیں، کہ تہذیب اور تمدن کی ترقی کے ساتھ تمام انسانوں کی ضروریات زندگی پوری ہوں، اور ہر شخص اپنی قوت اور قابلیت کے مطابق ترقی کر سکے اور اپنی شخصیت کو نشو و نما دے سکے، اور حکومت وقت کا فرض ہے، کہ رعایا کی تنظیم، معاش اور معاشی رجحانات کو غیر متوازن اور نامناسب نہ ہونے دیں، کہ ایسا نہ ہو کہ اہم جائز ذرائع معاش صرف چند لوگوں کے ہاتھوں پر رہ جائیں، اور دوسرے لوگ ان جائز ذرائع معاش سے محروم ہو جائیں، اور ناجائز معاشی ذریعے اختیار کر لیں، مثلاً شراب کشی کرے، اشیاء نشہ بنائے، اور حرام کاری میں مبتلا ہو جائے، جس سے عوام الناس کی اخلاقی زندگی برباد ہو جائے گی، لہذا ایسی تدبیریں اختیار کرے کہ جائز ذرائع معاش رعایا میں توازن کے ساتھ تقسیم ہوں، اور رعایا پر امن اور پر سکون زندگی بسر کریں ــــ

نوٹ: سلسلہ سوال و جواب!

ہر شخص کے صرف تین سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں، سوالات ہر قسم کے ہو سکتے ہیں، لیکن علمی اور اخلاقی معیار سے گرے ہوئے سوالات مسترد کئے جاتے ہیں، لہذا براہ مہربانی سوالات کو قابل مسترد نہ بنائیے۔ منیجر

میسور دسہرہ ریپرزنٹیٹیو اسمبلی کا اجلاس

دیوان صاحب بہادر کی پہلی تقریر پر تبصرہ!

کائنات عالم کی طبیعی تغیرات ایسی ہیں، جو آغاز تکوین سے برابر چلی آ رہی ہیں، آبادیوں کو آبادیاں اصحاب علم و پیشہ سے بھری نظر آتی ہیں، ان سے کسی کو توفیق الٰہی نصیب نہیں ہوتی، کوئی تو دامن رخصت میں پناہ لیتا ہے، کوئی تو گوشہ عافیت میں اپنی حفاظت ڈھونڈتا ہے، کوئی تو شور و فساد کو دیکھ کر یہی کافی سمجھتا ہے، کہ اپنا دروازہ بند کر لے، مگر ایک مرد ہمت بھی اٹھتا ہے، جس کا عزم ربانی توقف و سکون کے بدل طالب اقدام و سبقت ہوتا ہے، جو اپنی جماعت بلکہ نوع انسانی کو ضعف و بیچارگی کے دور کرنے کے لئے میدان عمل میں قدم رکھتا ہے، اور راہ کی مشکلوں اور صعوبتوں کو دور کرتے ہوئے آگے آگے بڑھتا جاتا ہے — یہ سعادت و فضیلت ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی، مگر ہماری ریاست میسور کے دیوان بہادر مسٹر ایس۔ راماسوامی لیا کی مزاج ملک کے لئے نہایت امید افزا ہیں،

صاحب موصوف نے میسور ریپرزنٹیٹیو اسمبلی کے اجلاس میں اپنی تقریر میں اپنے احساسات خصوصی کا اظہار فرمایا ہے

جس سے مستقبل قریب کی خوش آئند توقعات پیدا ہوتی ہیں، اور اپنے اقدام عملی سے ریاست ہذا کی "اقتصادی ضروریات کی تکمیل، صنعت و حرفت و زراعت کی ترقی، مالگذاری و محاصل کی تنظیم، نیز غذائی چیزوں اور پوشاک کی کمی کے رفع کرنے کا عزم فرما لیا ہے، اور یہ بھی محسوس فرمایا ہے، کہ دو مہینوں کے اندر اندر غذائی چیزوں کی فراہمی کا معقول انتظام کیا جائے،

دیوان صاحب بہادر کو مِل (کلاتھ) کا کپڑا کافی تعداد میں سربراہ نہ ہونے کا احساس ہے، اور ہینڈلوم (دستی اچھو) سے کپڑا بہت کم مقدار میں تیار ہوتا ہے، اور زیادہ قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے۔

انہی امور کے مدنظر صنعت و حرفت کے فروغ دینے کے لئے صاحب معز کا مجوزہ پلان قابل تحسین ہے، کہ صنعت و حرفت کے کارخانوں کو صرف چند مقاموں میں محدود نہ رکھا جائے، بلکہ ریاست کے طول و عرض میں ان مخصوص مقاموں میں قائم کیے جائیں، جہاں برقی قوت اور موقتی خام اشیا کافی تعداد میں فراہم ہو سکتی ہیں، اسکیم سے

خاص و عام کی زندگی کا معیار بلند ہو سکتا ہے، اور بے کاری اور نادار ی دور ہو سکتی ہے۔

موجودہ وقت میں زراعتی اسکیم اس ریاست کے مقتضی ہے، حیدر آباد ٹنگ بھدرا پراجکٹ جس میں میسور بھی حصہ دار ہے، زیر معائنہ ہے،

دیہات سدھار (دیہی اصلاحات) کی اسکیم سے صنعت و حرفت و زراعت اور سررشتہ صفائی و صحت کی ترقی وابستہ ہے،

برقی ریلوں کی اسکیم بھی زیر غور ہے، اس خصوص میں ٹرنک روڈوں سے سفر کی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی، ٹرانسپورٹ روڈ اور ریلوے ٹرانسپورٹ روڈوں میں ارتباط پیدا کرنے کا پلان زیر غور ہے،

مالیات کی تنظیم دیوان صاحب بہادر کے پیش نظر ہے، اور آپکی تجویز ہے، کہ موازنہ (بجٹ) مالگذاری کی رقم سے تجاوز نہ کرے، ایسا نہ کیا جائے، تو ریاست پر بیرونی قرضوں کا بار پڑیگا لہذا آپکی تجویز یہ ہے کہ پانچ سال کے لئے ایک موزوں موازنہ (بجٹ) تیار کیا جائے، جو ریاست کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا

صاحب معز کس قدر دور اندیش اور بلند نظر ہیں، آپکا نظریہ ہے کہ برطانی ہند کے سیاسی مسئلے میسور کے مسائل سے بالکل جداگانہ ہیں، لہذا ان کی ریس ریاست میسور کے لئے بالکل غیر مفید ہوگی،

آپ کی عاقلانہ اور دانشمندانہ نصیحت ہے کہ باشندگان ریاست میسور خلوص کے ساتھ مل جل کر کام کریں، اور امن و سکون کا ماحول پیدا کریں، اسی سے اپنے فرمانروا کی سچی وفاداری ثابت ہوتی ہے، اس میں شک نہیں، بدخواہ ملک میں بدامنی پھیلانے کے لئے پبلک کو طرح طرح سے مشتعل کرتے ہیں، مگر دانشمند اور اچھا شہری ہرگز ان سے متأثر نہیں ہوتا —

سچ پوچھو تو بچہ نورِ چشم، باغ زندگی کا گل رعنا ہے، فرحت دل اور ماتا کا ایک کھلونا ہے، دیکھنے کو تو کھلونا ہے مگر وہ انسان کی خلعت کا ایک راز ہے، اس کی بھولی بھولی صورت پھول کی طرح ملیح ہے، مگر وہ صنعت صانع حقیقی کا ایک نمونہ ہے، غور کیا جائے، تو یہ ایک قومی سرمایہ ہے، اس کا مستقبل آپ کے ہاتھوں میں ہے، جس کو آپ نہایت شاندار بنا سکتے ہیں،۔۔۔۔ ایسا شاندار اور کامیاب ۔۔۔ جو آپ کے ملک و قوم کے لئے مایۂ ناز ہو۔

ہاں، ہاں! کچی لکڑی جس قالب میں چاہیں، ڈھالی لینا مربی کے اختیار میں ہے، جب وہ پختہ ہو جاتی ہے، دنیا کی کوئی طاقت بھی اسے نہیں ہلا سکتی، آپ اسکو ایک اچھا شہری، اچھا وطن پرست، جانباز بہادر، ایک عالم صالح، ایک کامل انسان بنا سکتے ہیں۔

موجودہ زمانہ بہت وسیع ہو چکا ہے، اب اس کو مردہ دلوں اور معطل دماغوں کی ضرورت باقی نہیں رہی، وہ آئندہ ایک تبدیلی۔۔۔۔ بہت بڑی تبدیلی کا متقضی ہے، جو قومیں زندہ ہونا چاہتی ہیں، یا اس وقت زندہ ہیں، اور آئندہ بھی زندہ رہنا چاہتی ہیں، وہ ان معصوم ہستیوں کی ترتیب میں نہایت غور و فکر اعتناء کامل کے ساتھ کرتی ہیں۔ ہمارے نونہالوں کے اردگرد زمانۂ حال کے معلومات کا ذخیرہ موجود ہے۔ ان کی متعلقہ تعلیم ان کی روزانہ زندگی کی کشمکش میں بنیادی پتھر کا کام دیتے ہیں، آج کل ہندوستان میں تعلیم دینے والوں اور تعلیم پانے والوں کا مسلک خدا پرستی سے پھرا ہوا ہے، کیونکہ تمام علوم و فنون کی ساری ترتیب اور زندگی کی پوری روش ناخدا پرستی کی طرف بدل گئی ہے، خدا کے باغیوں نے ان کی ترتیب میں کام لیا ہے، زمانۂ موجودہ کی صورت کا تجزیہ ہمیں مجبور کر رہا ہے کہ طلبا کی شخصی زندگی، ان کے باہمی اجتماعات، ان کے کھیل کود اور تفریحات اور ان کے درس تدریس اور مطالعہ و تحقیق کے تمام مشاغل میں ان کا زاویۂ نگاہ اچھی طرح اسلام کی طرف جما دیا جائے اس طرز کی تعلیم کے لئے ادارہ "الاسلام" نے فی الوقت کتابیں تیار کی ہیں۔

اسلام کی پہیلی!

لڑکو! یہ نیلا آسمان ہمارے سروں پر کتنا اونچا کھڑا ہے! اس کو کھمبا نہیں ہے! ہمارے چھوٹے چھوٹے مکان دیواریں اور کھمبے نہ ہوں، تو ٹھہر نہیں سکتے، اتنا بڑا آسمان ہے، نہ اس کو کھمبے ہیں، نہ دیواریں اس کو کس نے بنایا ہوگا۔

لو! سورج نکل رہا ہے! کیسا سادہ دمکتا ہے! یہ دن کی روشنی کے لئے ہے، تمام دنیا زمین آسمانوں کو نور سے بھر دیتا ہے! رات کی روشنی کے لئے چاند ہے کتنا پیارا ہے! ان تمام کو کس نے بنایا ہوگا؟

اب ہماری زمین کو دیکھو، جس پر ہم رہتے ہیں، کتنی بڑی ہے، اس پر ہزاروں گاؤں ہیں، شہر ہیں، جہاں ان گنت آدمی اور کروڑوں جانور ہیں، ان سب کو کس نے پیدا کیا ہوگا؟

ایک چھوٹا بیج بو، اس سے ایک ننھا سا پودا نکلتا ہے، بڑھتے بڑھتے ایک بڑا درخت ہو جاتا ہے، اس چھوٹے بیج میں اتنا بڑا درخت، پتے، پھول، پھل اور پتے کہاں تھے؟ اور وہ تمام کیونکر نکلے؟ پھل بھی نہایت مزے دار، ان تمام کو کس نے بنایا ہوگا؟

یہی نہیں، جو، گیہوں، چاول، جوار، مکئی، باجرا، راگی اور بھی سینکڑوں چیزیں ہیں، یہ ہماری خاص غذائیں ہیں، ان تمام کو کس نے بنایا ہوگا؟

لڑکو! ان تمام کو خدا نے ہی بنایا ہے، اسی نے آسمان بنایا ہے، اسی نے سورج اور چاند پیدا کئے ہیں، اسی نے زمین بنائی، رات اور دن پیدا کئے، اسی نے ہمیں کھانے کی چیزیں دیں، زبان بولنے کو، مزہ چکھنے کو دی، دانت چبانے کو، آنکھیں دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک سونگھنے کو، ہاتھ چیزیں پکڑنے اور کام کرنے کو، اور پاؤں چلنے کو بنائے ہیں۔

خدا ہی نے ہوا بنائی ہے، جس کو ہم نہیں دیکھ سکتے اگر وہ نہ ہو، تو ہم جی نہیں سکتے۔

لڑکو! اس مہربان خدا کی کن کن احسانوں کا ذکر کیا جائے، ہم پہنتے ہیں، کپڑے کس نے بنائے؟ دیکھو! کسان نے زمین پر ہل چلائے، اور روئی کی کاشت کی، مزدوروں نے روئی صاف کی، لوگوں یا کلوں نے تاگا کاتا، کلوں یا جلاہوں نے کپڑا تیار کیا۔

اسی طرح آسمان، زمین، چاند، سورج، سیارے اور زمین اور زمین پر رہنے والے پہاڑ، جنگل، دریا اور ایسے سینکڑوں چیزوں کو خدا نے بنایا ہے، وہ اکیلا ہے، نہ وہ کسی کا باپ ہے، نہ کسی کا بیٹا ہے، نہ اس کا کوئی بھائی ہے، نہ گھرانا نہ خاندان وہ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے، اس نے فرمایا کُن (ہو جا) فیکون (ہوگیا)۔ اس کے حکم "کُن" سے آسمان زمین، چاند تارے، سورج، اور کل چیزیں ہو گئیں، اور جب چاہے تمام کو فنا کر دیگا وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

بچو! اس کے کن کن مہربانیوں کا ذکر کیا جائے روٹی دی رہنے دئے، مزے دار، میٹھے میٹھے تازہ تازہ ان تمام سے بڑھ کر ہمیں سیدھا راستہ بتایا، اس سیدھے راستہ کا نام "اسلام" ہے، اسلام کے معنی اطاعت فرماں برداری، اور ماننے کے ہیں، جو کوئی بھی ہو، اللہ کا حکم مانتا ہے، تو وہ مسلم ہے۔

دل سے اللہ کو صحیح ماننا، اور زبان سے اقرار (وعدہ) کرنا ہی "ایمان" ہے۔

اللہ کی فرمانبرداری کیوں کی جاتی ہے؟

اللہ نے اپنے بندوں کے پاس رسول اور نبی بھیجے، اور ان تمام رسولوں اور نبیوں نے اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں کو اللہ کی فرماں برداری سکھائی، اور ان سب کے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، آپ کے بعد دنیا کو کسی اور رسول یا نبی کی ضرورت باقی نہ رہی، اور نہ ہی نیا رسول یا نیا نبی قیامت تک پیدا ہوگا۔ اور اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اتاری، اس کتاب کا نام "قرآن شریف" ہے، یہی ایک آخری کتاب ہے،

اسلام ہمیں سکھاتا ہے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ (کوئی اور اللہ نہیں ہے۔ سوا ایک اللہ کے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں)

اس کو کلمۂ توحید کہتے ہیں، اس کے سوا خدا کی چند اور باتوں کو ماننا بھی نہایت ضروری ہے، وہ یہ ہیں۔

قیمت: — سالانہ: — چار روپیہ
فی پرچہ: — گوہ تھوڑا سی آنے۔

ماہنامہ "الاسلام" کو ہر جگہ اچھے ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ کمیشن کے متعلق دفتر سے معلومات طلب کریں!

مینیجر

مطبوعہ۔ مطبع الاسلام۔ اشاعت از دفتر الاسلام بنگلور سٹی

COVER PRINTED AT THE MODI PRESS, B. CITY.

مسئول رئیس التحریر: یونس محسن فیضی

پیر بیڑی
ಪೀರ್ ಬೀಡಿ
ರಿಜಿಸ್ಟರ್ ನಂ.
39,
4173
رجسٹر نمبر
39,
4173
PEER
BIDI
ABDUL RAHIM.
PROP:-PEER BIDI FACTORY. MANDI MOHALLA. MYSORE
BURHAN

نشان ۵ | ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ مارچ ۱۹۴۷ء | جلد ۱

لمحہ فکریہ

معزز فرزندان و دختران اسلام کے لئے ہم نے اس شمارہ میں اسلام کے متعلق قدامت پرستی کو نظر انداز کر کے سچے اور صحیح معلومات کا سلسلہ قائم کر دیا ہے، اور ان کی توجہ خاص کو اس سلسلہ کی طرف مبذول کرتے ہوئے توقع رکھتے ہیں کہ وہ بغور پڑھیں گے، اور صحیح طور پر عمل کرنے کی کوشش کریں، اگر کوئی بات معلوم نہ ہو تو جوابی پوسٹ کارڈ ملفوف کر کے استفسار فرمالیں ـ

اسلام

اب لفظ اسلام کو لیجئے، اس کے معنی ہیں، اطاعت کرنا، حکم ماننا، فرماں بردار ہونا، مگر خداوند کریم نے قرآن حکیم میں اس کو الاسلام کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، اس سے مراد اطاعت قبول کرنا اور خدا کے حکم کے آگے سر جھکا دینا، اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینا ہے،

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران) بیشک اللہ کے نزدیک دین الاسلام ہے ـ

اس طرح اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے والا مسلم یا مسلمان ہے، اب ہم اپنے ماحول پر اگر نظر ڈالیں تو ہمیں کل میں یہ خیال آتا ہے، کہ کوئی انسان دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو کیا وہ اسلام ساتھ لے کر آتا ہے؟ یا وہ محض مسلمان ہے کہ اس کا باپ اور دادا مسلمان تھے؟ اور ایک مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے، جیسا کہ ایک ہندو کا بیٹا ہندو ہوتا ہے، یا ایک عیسائی کا لڑکا عیسائی رہتا ہے ـ

قرآن حکیم آپ کو ان سوالوں کا جواب "نہیں" سے دیگا اگر کسی شخص کے باپ دادا مسلمان تھے تو یہ مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک وہ خدا اور اس کے رسول کی مقرر کردہ راہ پر نہ چلیں اگر وہ زبان سے یہ کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں یا یہ کہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے، تو کیا وہ مسلمان ہے؟ جی نہیں ہرگز نہیں ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے از روئے قرآن حکیم یہ تعلیم دی ہے، کہ ہر ایک شخص جان کر سمجھ کر دل سے قبول کر لے اور اس کے مطابق عمل کرے جو شخص ایسا کرے گا، وہ مسلمان ہوگا، اور جو ایسا نہ کرے

آغا ابو محمد حسین فیضی نے مطبع الاسلام میں طبع کرکے دفتر الاسلام بنگلور سٹی سے شائع کیا ـ

وہ مسلمان نہیں ہے ۔

دیکھو ایک شخص اندھیرے میں جا رہا ہے، اگر اس کے پاس روشنی نہ ہو تو کیا وہ سیدھی راہ چل سکے گا، کیا اس کو کسی گڑھے میں گر پڑنے کا خوف خطر نہ رہے گا؟

یہی روشنی اس کا علم ہے، علم کے معنی جاننے اور سمجھنے کے ہیں، یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کی روشنی میں ہمیں کیا ہدایت کی ہے، اسے جاننے اور سمجھنے ہی کو علم کہتے ہیں، قرآن حکیم کا یہی سبق ہے، کہ انسان خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دے اور فکر و عمل کی اس راہ پر چلے، جس کی طرف خدا نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہماری رہنمائی کی ہے، مراد یہ ہے، کہ خداوند عالم محض خالق ہی ہے، یعنے پیدا کر دینے والا ہی ہے، بلکہ وہ ان سے ہر چیز کو جو اس نے پیدا کیا ہے، ہدایت بخشی ہے ۔

الذی اعطی کل شیئ	خدا نے ہر چیز کے اندر (فطرتاً جو ہر)
خلقہٗ ثم ھدی (طٰہٰ)	ظاہری و باطنی دے کر) راہ عمل کی دی

پس انسان کے اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا ایک صحیح طریقہ اختیار کرے، یعنے جس بات یا کام کو خدا پسند کرتا ہے، اسی کو اختیار کرے اور خدا جس بات اور کام کو ناپسند کرتا ہے، اس سے پرہیز کرے، اس لئے یہ امر ضروری ہے، انسان کو قانون الٰہی اور ضابطہ الٰہی سے پوری پوری واقفیت ہو، اور اس کو پکے طور سے معلوم ہو جائے، کہ یہ قانون الٰہی ہے، اور یہ ضابطہ خدا کی ہے، اس کی پیروی سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے

انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے، کہ خدا نے انسان کو آنکھیں، کان، ناک، پھیپھڑے، دل، معدہ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعصاب دئے، اور ان کی پرورش کا معقول انتظام بھی کر دیا، اس کے سوا کل کائنات کو اس کے نفع رسانی کیلئے پیدا کیا، زمین کا فرش اس کے لئے بچھایا، ہوا کا قافلہ اس کے لئے حرکت کر رہا ہے، سورج اس کے لئے اپنی مقرر کردہ راہ پر چل رہا ہے، اور نور برسا رہا ہے، اور آسمانی ستارے و سیارے سب ایک قوت کشش میں جکڑے ہوئے انسان کی فائدہ رسانی کو کام کر رہے ہیں،

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ	کیا ہم نے انسان کے لئے آنکھیں
وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ	ہونٹ اور زبان بنا کر خیر و شر
النَّجْدَيْنِ (البلد)	حق و باطل کے راستے نہیں دکھائے

اس آیت کریمہ کو دیکھو ۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ	وہی ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے
مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرہ)	تمہارے لئے پیدا کیا ۔

اب آپ ہی بتائیے، کہ انسان کو کس نے پیدا کیا؟ کون اس کو رزق دیتا ہے اور پالتا ہے؟ کیا وہ خالق اس کا مالک نہیں ہے؟

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ	زمین اور آسمان کی بادشاہت اس
وَالْاَرْضِ (البروج)	کی ہے ۔

اب بتاؤ زمین و آسمان کا مالک کون ہے؟ کل کائنات کا مدبر اعلیٰ کون ہے؟ اخلاق، معاشرت، تمدن، سیاست اور معاملات کے زندگی میں بھی حاکمیت و اقتدار اعلیٰ کا حق کس کو ہے؟ کیا وہی رہنما، وہی قانون ساز، وہی صاحب امر و نہی بھی نہیں ہے؟

آپ ہی بتائیے، اس صورت میں اطاعت کس کی ہونی چاہئیے ۔

اس لئے کہ کل کائنات کا وہی مالک ہے وہی اس کا واحد حاکم ہے، اس دنیا کی سلطنتوں میں کسی کا حکم نہیں چلنا چاہئے، سب کے سب اس کے تابع فرماں ہیں، اختیارات بالکلیہ اسی اللہ العلمین کے ہاتھ میں ہیں، دنیا کے کل انسان اس کے ملک کی رعیت کی حیثیت رکھتے ہیں، اس نظام الٰہی کے اندر انسان کی خود مختاری کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے ۔

لیکن انسان کو آزمانے کے لئے اس مالکِ حقیقی نے ایک لطیف طریقہ اختیار کیا ہے، وہ خود ... سے غائب رہتا ہے، اور بظاہر سلطنتِ الٰہی اس طرح چل رہی ہے، کہ نہ اس کا کوئی حاکم نظر آتا ہے، نہ ہی کوئی کارپرداز۔

اب یہ غافل انسان صرف ایک کارخانہ چلتا ہوا دیکھتا ہے، اور اس کے درمیان خود کو موجود پاتا ہے، مگر یہ محسوس نہیں کرتا کہ میں کس کا محکوم ہوں؟ اور کس کو مجھے حساب دینا ہے؟ اس کائنات میں انسان کو آرام و راحت کے سامان اور مال و دولت دئے جاتے ہیں، وہ کسی نیک عمل کی جزا نہیں ہیں، اور جو تکالیف مصائب و شدائد پیش آتے ہیں وہ کسی عمل بد کی سزا نہیں بلکہ زیادہ تر اس قانونِ الٰہی (احکام قرآن حکیم) کے تحت جس پر اس دنیا کا نظام قائم ہے، یہ نتائج ظاہر ہوتے ہیں، عمل صالح و قبیح کا حساب جانچ پڑتال زندگی ختم ہونے کے بعد ہے، بالآخر مجھے کہہ دینا ضروری ہے، کہ "اسلام" کے معنی سر تسلیم خم کر دینا ہے، فرماں برداری، اطاعت ہے، یعنے خدا کی اطاعت کرنا ہے، اسی کا نام اسلام ہے، اس اعتبار سے آپکے دل و دماغ، آپ کی آنکھ اور کان، آپکے ہاتھ اور پاؤں، آپ کی زبان، آپکے اوقات اور آپ کی محنت، آپکی جد و جہد اور عمل، آپکے کل کاروبار اور کسب معاش آپ کی جماعتی زندگی آپ کی سیاست و تمدن، غرض آپ کی کامل زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حدود کے مطابق گذرے۔

جھلکیاں

حسن کی عریانی!

ایک معاصر نے لاہور کے طلباء اور طالبات کی مغربی تقلید کا ایک لطیف مگر دہشت انگیز خاکہ کھینچا ہے، لکھتا ہے، کہ لاہور تیزی سے پیرس بنتا جا رہا ہے، ہمیں معاصر موصوف کے اس نتیجہ سے اتفاق ہے۔ اور ہم یہ لکھنے پر مجبور ہیں، کہ صرف ایک لاہور ہی نہیں، بلکہ ہندوستان کے تقریباً تمام مقامات اس مغربی تہذیب کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے متاثر ہو رہے ہیں، اگر مناسب تدابیر ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کو قابو میں لانے کے لئے زیر عمل نہ لائیں تو ڈر ہے، کہ زمانہ کے تغیرات کی قریبی منزل میں اسلام کی عصمت کی ملکاؤں کے آنچل جن پر اسلام اب تک نازاں ہے، کہیں داغدار نہ ہو جائیں۔

مذکورۂ بالا معاصر اپنے مضمون کے اختتام پر رقمطراز ہے کہ آج کل اکثر جنٹلمین شرمسار ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ ان کے گیارہ بچوں میں صرف ایک حلالی ہے، برطانیہ میں ۱۹۴۵ء میں ۱۹۴۴ء کی بہ نسبت گیارہ ہزار زیادہ حرامی بچے پیدا ہوئے جو ۱۹۴۴ء میں ۱۹۳۹ء سے دگنے اور ۱۹۳۹ء میں ۱۹۱۸ء سے دگنے شمار میں آئے ہیں، ۱۹۴۴ء میں حرامی بچوں کی تعداد ۴۴۴۵۳ تھی اور ۱۹۳۹ء میں ۲۶ ہزار۔

کیا مسلمان بھی اس دہکتی آگ کے شعلوں کی نذر ہو جائیں گے!

نعوذ باللہ من ذالک۔

مگر یہ تو بتائیے کہ ان خونخوار مگلوں سے کیسے پرہیز کیا جائے؟ بہتر ہے کہ اس گڑھے (جس سے متعدی امراض خبیثہ پھیل رہے ہیں) بوریوں کو جلا کر خاک کر دیں۔

مغربی تہذیب کا گراں بہا تحفہ!

مغربی تہذیب کی بغدس گردی..... امریکہ ..... میں طلاقوں اور خلعوں کی بہتات کے مدنظر ایک ماہر قانون دان کی رائے ہے، جو ترقی یافتہ تہذیب کے علمبرداروں میں سرگرمی کے ساتھ گشت لگا رہی ہے، کہ Marraige Certificate شادی کے صداقت ناموں کے ساتھ طلاق اور خلع کے کوپن بھی دیدئے جائیں،

"تا بوقت ضرورت طلاق یا خلع کے فیصلے کو روبہ عمل لانے میں دیر نہ ہو، اور دل کی ٹھنڈک کے لئے دوسرے انتخابات میں رکاوٹ نہ رہے۔

آہ! انسان جب تک اس فاطر السموات کے قانون پر عمل پیرا تھا، اس کی زندگی کی گھڑیاں آرام، چین اور سکون سے گذریں، مگر جب اس نے اپنے نفس کی پرستش اور تہذیب کی ترقی کی دھن میں قانون الٰہی کی مخالفت شروع کی، اس کی پرسکون زندگی میں مغربی تہذیب کے سیلاب کے طوفانی تھپیڑوں نے انتشار پیدا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے جو جگہ اور جو حدود مقرر کر رکھے تھے۔ ان کو ترقی پسند دماغوں نے ظلم سے تعبیر کیا، گھر کی ملکہ بچوں کی ماں کو ظلم سے نجات دلانے کے لئے کارخانوں، دفتروں، تھیٹروں اور رقص گاہوں میں اپنے شانہ بشانہ کھینچ لایا، اور اپنی نصفت نوازی پر مرد خوش و خرم تھے، مگر اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون سے بغاوت کا نتیجہ کیا دیکھا؟ کہ سوسائیٹی کے بیدار مغز (قانون دان) رائے دے رہے ہیں، کہ عقد کے صداقت نامہ کے ساتھ طلاق اور خلع کے کوپن بھی دیئے جائیں اس لئے کہ وہ عورت جو کل تک گھر کی ملکہ، مرد کا نصف ایمان، وفا کی دیوی، کنبہ کا سکون، بچوں کی ماں اور بھائیوں کی بہن تھی، وہ آج ایک دفتر کی کلرک، ایک کارخانہ کی منیجر، مالک مل کی پرسنل اسسٹنٹ، وکیل کی ٹائپسٹ اور اکابر کی پرائیویٹ سکریٹری ہے، چونکہ وہ مردوں کے برابر آزاد ہے..... آہ! اسلامی تہذیب برسرعام کیوں نہیں ہے؟

مرکبات اسلامی! جس کا جی چاہے لے لو! ہر مرض کی دوا ہے!

بمقام دہلی ایک انٹرویو کے دوران میں مولانا حسرت موہانی فرماتے ہیں۔

"خیالات کے لحاظ سے میں ایک کمیونسٹ ہوں اور مذہب کے اعتبار سے ایک مسلمان ہوں"۔

یہ سن کر کس قدر رنج ہوتا ہے؟ اور وہ بھی مولانا حسرت موہانی کے دہن مبارک سے، جن کے علم اور تقوے کا شہرہ نہ صرف ہندستان بلکہ بیرونی ممالک تک پہنچا ہے، کس فخریہ انداز میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص بیک وقت مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور کمیونسٹ بھی، دین الٰہی کا علمبردار بھی ہو سکتا، اور دین مارکس کا جان نثار بھی!

اللہ نے دین الٰہی کے ماننے والوں کو حکم دیا ہے،

یا ایھا الذین امنوا ادخلوا	اے ایمان والو! اسلام میں پورے
فی السلم کافۃ ----	پورے طور پر داخل ہو جاؤ! ــ

لیکن موجودہ زمانہ کے مسلمان اپنے ٹھوس اصولوں کو چھوڑ کر دوسروں کے بنائے ہوئے اصولوں کی آندھیوں میں تنکے کی طرح بہے جا رہے ہیں، فی زمانہ ضرورت تو اس چیز کی تھی، کہ مولانا حسرت موہانی جیسے بیدار مغز بالغ النظر علماء کمر بستہ اپنے سینوں کو چٹان کی طرح جما دیتے، اور ان نئے

اصولوں کے بہتے سیلابوں کا رُخ پھیر دیتے۔

آہ! ۔۔۔ ہم تو یہ سمجھے تھے مسٹر گاندھی کہ بیک وقت ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، بنیا سا جیتا ہے اس لئے کہ انہوں نے ہر مذہب سے تھوڑے تھوڑے معلومات حاصل کر لئے ہیں اور اس قسم کے دعوے ان کے زیبا ہیں۔

لیکن ایک سچے مسلمان کے لئے نہیں، یہ ہماری کم نصیبی ہے، ایک مسلمان اور دانشمند صاحب علم و تقویٰ، اسلام کا علمبردار اور مسلمان کا ممتاز رہنما کہلانے کے بعد اس طرح چوں چوں کا مربہ بنے۔

حقائقِ ہستی!

مقامِ عشق سے واقف جو مردِ راہ نہیں — تو یہ جہان نظر اس کی گرد راہ نہیں

جو مردہ دل کو نویدِ حیات دے نہ سکے — وہ خانقاہ حقیقت میں خانقاہ نہیں

بجز بصیرتِ دل زندگی نہیں کوئی! — سوائے عشق کوئی زندگی کی راہ نہیں

ہو غیر حق سے ہو مرعوب وہ نہیں مومن — جو پیش کفر جھک جائے وہ نگاہ نہیں

نظامِ کفر کی بنیاد جس سے ہلتی ہے — طلسم کوئی بجز تیغ لا الٰہ نہیں

کسی کی شانِ کریمی قبول کرلے گی! — بری گناہ سے معذوری گناہ نہیں

مجھے سکھاؤ نہ آدابِ بزم شاہی کے — بجز خدا کوئی انسان بادشاہ نہیں

جو لامکاں کی حقیقت کو تاڑ لیتے تھے — وہ دل نہیں ہے مسلماں میں وہ نگاہ نہیں

بھٹک رہی ہے خرد چاند میں ستاروں میں — مگر حقائق ہستی پہ کچھ نگاہ نہیں

نہاں ہے سینۂ صحرا میں چشمۂ زمزم
سیاہ بخت ہے فیاض روسیاہ نہیں

(خاص برائے الاسلام)

فیاض بلگوڈی (متعلم مولوی کلاس)

"الاسلام" پر حکومتِ میسور کی نظرِ عنایت!

حکومتِ میسور نے جریدۂ **الاسلام** کے جنوری کے شمارہ کو ضبط کیا، جس سے بالخصوص ادارۂ **الاسلام** اور بالعموم قارئین الاسلام کو انتہائی شدید صدمہ پہنچا، اپنے اعلامیہ میں حکومت نے یہ بتایا ہے کہ شمارۂ مذکورہ میں بہار کے حادثات پر ایک نظم بعنوان **خونابۂ بہار** از جناب غازی صاحب بنگلوری شائع ہوئی تھی، جو عام پبلک کے جذبات کو مشتعل کرنے کا موجب ہو سکتی ہے، لہٰذا اس کو ضبط کر لیا گیا ہے ــــ

درحقیقت اس نظم میں کوئی ایسی بات نہیں ہے، جس سے یہ نظم اشتعال انگیز یا قابلِ اعتراض متصور ہونے کا شائبہ ہو سکتا ہے، اس نظم میں شاعر نے صرف اپنے رنج و غم اور دلی تکلیف کا اظہار کیا ہے،

مزید برآں الاسلام ہمیشہ اس کا پالیسی بالخصوص یہی رہی، کہ ملک میں پُرامن فضا کو پھیلایا جائے، مختلف فرقوں کے افراد کے دلوں سے نفرت کینہ اور بغض کی آگ کو بجھائے، اور آپس میں میل ملاپ، اتحاد و اتفاق کی خوشگوار فضا کو اسلامی زاویۂ نگاہ سے بڑھائے۔

اس کے سوا مسلمانانِ میسور کے ادارہ جات، اخبارات، رسل و رسائل ملک کے امن کو قائم رکھنے میں انتہائی کوشاں ہیں، اور حضور مہاراجہ میسور کی وفاداری کے لئے اپنے دلوں کو گہوارہ بنا رکھا ہے، لیکن ہماری اس وفاداری اور ہماری امن پسندی کے باوجود ہم پر حکومتِ میسور کی نظرِ عتاب کارفرما ہے، مسلمانوں کے خلاف غیر زبانوں میں لاتعداد دل آزار پمفلٹ طبع ہو کر ریاستِ میسور کے گوشہ گوشہ میں تقسیم ہوتے ہیں، جو نہ صرف فرقوں کو اکساتے ہیں، بلکہ آن کی آن میں فساد کو بھڑکا دیتے ہیں، ایسے غیر زبانوں کے پمفلٹوں کو حکومت نظر انداز کر دیتی ہے، اور مسلمانوں کی معمولی سی معمولی بات پر انتہائی سختی کے ساتھ پیش آ رہی ہے، جس سے مسلمانوں کو انتہائی تکلیف ہوتی ہے، لہٰذا حکومتِ میسور سے مخلصانہ التماس ہے کہ ایسی پالیسی کو روبہ عمل نہ لائے

منیجر

مکمل اسلامی زندگی کی طرف دعوت دینے اور صحیح اسلامی فکر پیدا کرنے کے لئے

ماہنامہ "الحسنات"

منیجر "الحسنات" ریاست رامپور

سالانہ چندہ ہندوستان ... ششماہی دو روپیہ نمونہ فی پرچہ ۵ر

ـــــ (ریاستِ رامپور یوپی) سے حسبِ ذیل اغراض کی تکمیل کے لئے شائع ہوتا ہے ـــــ

(۱) سادہ زبان میں جو معمولی تعلیم یافتہ افراد، بالخصوص عورتیں، لڑکے اور لڑکیاں بخوبی سمجھ سکیں اسلامی تعلیمات اور عقائد پیش کرنا اور اپنے پڑھنے والوں کو عملاً مسلمان بننے کی ترغیب دلانا (۲) جدید تعلیم پانے والے لڑکیوں اور لڑکوں کے سامنے اسلام اور اس کی تعلیمات کو اس انداز سے لانا کہ ان کے ذہنوں میں الحاد اور بے دینی کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے جس سے انہیں دوچار ہونا پڑتا ہے (۳) عورتوں کے سامنے ایسی اسلامی تعلیم پیش کرنا کہ جس سے آگاہ ہو کر وہ اپنے سامنے پلنے والی نسل کے طرزِ فکر کو اسلامی سانچے میں ڈھال سکیں۔ (۴) رسالہ کا مطالعہ کرنے والوں میں یہ جذبہ پیدا کرنا کہ وہ محض نام کے مسلمان نہیں، اور ان کے اندر مکمل اسلامی زندگی کو بالفعل برپا کرنے کا داعیہ ابھر آئے ــــ

دِل کا انقلاب!

(بشکریہ روزنامہ پاسبان بنگلور)

(از جناب سید عبدالعزیز صاحب قادری)

۵ کیوں آج مجھ کو چین نہیں ہے کسی طرح!
کیوں آج میری آنکھ سے بہتا ہے خونِ دل!

نس نس پھڑک رہی ہے، رگ رگ متحرک ہو رہی ہے، ٹیسیں اٹھ رہی ہیں، کسک سی محسوس ہو رہی ہے، دل میں جیسے اب کوئی نیا حکمران آگیا ہے، اور ہر سانس میں کچھ نیا پیغام دے رہا ہے، ....پیغامِ عمل.... دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی ہے، ایک خلش ہے جو دل کو مضطرب و بیقرار کئے دے رہی ہے۔

ہوس کی تمناؤوں، آرزوؤں، خواہشوں کے چراغ ماند ہو گئے ہیں، اور اب دل کی اس دنیا میں ان چراغوں کے بجائے شمع ہوش، شمع دل کچھ اور ہی روشنی پیدا کر چکی ہے، اب دن کی راتیں عجیب، ہر چیز بدلی ہوئی ہوئی تھی، تمنائیں سب ماند ہو گئیں نئی آرزوؤں بھرا دل اب اپنے اندر عجب قسم کا نور بسائے ہوئے ہے، جذبات کی ہزاروں کرنیں اس میں سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں، کل تک اس دل میں عیش و عشرت، نت نئی آرزوؤں تمناؤوں، رنگ رلیوں، شباب کی اٹھکیلیوں اور جوانی کی رعنائیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا، ہر چیز میں مستی، ہر چیز میں ایک نیا رنگ ایک نیا کیف، ایک نئی دلکشی، ایک نئی نزاکت نظر آتی تھی، دل پر جوانی کی مستی و سرشاری کی حکومت تھی، مگر اب سمجھ میں نہیں آتا جوانی کی ان مست موجوں نے اچانک اپنا رُخ بدل لیا ہے، اس کی وہ مستی کہاں چلی گئی ہے ... اب دل کی آرزوئیں اور امنگیں بدل کیسے گئیں؟ ..... یہ سب کہاں رخصت ہو گئے؟ جذبۂ عیش و نشاط کدھر چلا گیا؟ ... ہاں! ان کی جگہ اب جذبۂ عمل اور عزم پیدا ہو گیا ہے، ایسا کیوں ہوا؟ مستی و سرشاری کی جگہ جوش و ہیجان نے کیوں لے لی؟ خودنمائی، خود بینی، اور خود غرضی کے جذبات۔ جذبۂ ایثار و قربانی میں کیوں تبدیل ہو گئے؟ کم ہمتی، لہو و لعب کی جگہ ہمت اور بلند حوصلگی کیوں نمایاں ہونے لگی؟ دنیا کی چاہ اور موت کا خوف۔ دنیا سے نفرت اور موت کی چاہ کیوں بن گئے؟ میرے دل میں یہ انقلابِ عظیم کیوں برپا ہوا؟ عیش و عشرت کا نشہ کیوں فنا ہو گیا؟ ......

اب میں مردِ مومن ہوں اور میرا دل اس کا آئینہ دار ہو گیا ہے اب اس میں حق و ایمان کا ایک ایسا جذبہ موجزن ہے، جسے نہ دنیا کی بادشاہت خرید سکتی ہے، نہ دنیا کی دولت متزلزل کر سکتی ہے، اور نہ دنیا کا کوئی حسن ہی اسے مرعوب کر سکتا ہے، اب صراطِ مستقیم سے میرے پاؤں کسی طرح بھی ڈگمگا نہیں سکتے، میرے اس دل میں اپنے دین سے پھر وہی پرانی عقیدت پیدا ہو چکی ہے جسے کہ میں بھلا چکا تھا، اب اس میں اپنی تہذیب، اپنے تمدن کا نور جگمگا رہا ہے، اصولِ حیات میں نے سمجھ لئے ہیں، مگر یہ سب کیسے ہوا؟ کیونکر ہوا؟ میرے دل و دماغ میں یہ تبدیلی کیوں کر رونما ہوئی؟ ... میرے جسم و جان میں قوتِ مدافعت کی اٹھان کیوں پیدا ہو گئی ہے؟ اس لئے کہ مجرم وار کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ مجھے عین وقت پر ہوش آگیا، اب میرے ان بازوؤں میں اتنی طاقت پیدا ہو چکی ہے، قاتل کو سزا دینے کے لئے قدرت نے مجھے مضبوط بنا دیا ہے۔

نذرانہ ادا ہو! —

مگر اب جبکہ ساز بے سوز ہو گیا ہے، خارِ عشرت میں الجھا ہوا دل اب آزاد ہو گیا ہے، اب ناکامیاں بھی ذوقِ عمل کو زیر نہ کر سکیں گی — ہر شکست ایک نئی زندگی کا پیام ہو گی، میں مشیت کو اپنی سخت جانی سے مطمئن کر کے رہوں گا، میرے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعائیں اور میرا عمل قیامت خیز ہوں گے، میرے ذہن میں تعرفِ شباب کا صحیح نقشہ آ گیا ہے، میرے دل میں جو انقلابِ عظیم برپا ہوا ہے، رنگ لا کر رہے گا۔

میرے پہلو میں اب وہ مبارک درد اٹھا ہے، جو صرف مجاہدوں ہی کا حصہ ہے، میرے ہی پہلو میں کیا ہر اس انسان کے پہلو میں درد موجود ہو گا جس کی خودداری پر وار کیا گیا ہو، ہر اس دل میں انقلاب برپا ہو گا جس کو چھیدا گیا ہو، ہر وہ بازو انگڑائی لینے پر آمادہ ہو گیا ہو گا، جس پر چوٹ پڑی ہو — قوم کے ہر فرد میں عمل کا خمیر ہونا چاہیے، کہ تغیر ہی میں رازِ ارتقا پنہاں ہے، میں نے اقبال کے اس شعر کو بھی صحیح معنوں میں آج ہی سمجھا، وہ کہتا ہے ؎

آ تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے!
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

وہ سمجھانا چاہتا ہے، کہ طاؤس و رباب میں — یعنے لہو لعب میں جوانی کی غلط سرشاریوں غلط امنگوں اور ہوسناکیوں غلط تمناؤں اور غلط آرزوؤں میں (جن کا مرکز و منبع ہمیشہ طاؤس و رباب ہی رہا ہے) جو فرد یا جماعت یا دم بھی الجھ کر رہ گئی، وہ قومی خودداری کو قومی برتری کے جذبات کو اور قومی تقدیر کو (یعنے بقول اقبال قومی امانت کو جس پر قوم کی ساری زندگی کی بنیاد منحصر ہو گئی ہو) بالکل کھو بیٹھی ہے، اور دنیا کی ہماہمی میں صف اول کی قوموں میں اسے کوئی درجہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ دوسروں کا لقمہ بن جاتی ہے، نفس کے دیوتا کا اس قوم پر کچھ ایسا جادو طاری رہتا ہے، اگر کوئی دین و ملت کا دیوانہ ان کو پکارے بھی تو اس کی آواز چٹانوں سے ٹکرا کر واپس آ جائے گی، ان کو سنبھالنے اگر کوئی اٹھے بھی تو اپنے ہی بیادرسر اس کی تباہی کر ڈالیں گے، طاؤس و رباب کے ہنگاموں میں مذہب، ملت اور خودداری ایک دقیانوسی خیال معلوم ہوتا ہے، تکمیلِ خواہشات اور نفس کی خاطر اس کا ایمان، اس کی غیرت اور اس کی خودداری، اس کی تقریر اور اس کی تحریر، اس کے ہاتھ اور اس کے بازو، اس کی بندوق اور اس کی توپ سب چند ٹکوں یا چند خوش اندام عورتوں کے عوض خریدا جا سکتا ہے، مگر قومی خودداری اور قوم کے افراد کی خودداری ہی دراصل وہ چیز ہے جس پر زندگی اور اس کے حقیقی مقاصد اور سربلندی کی بنیاد ہے، اگر خودداری گئی تو سمجھو کہ بلند عمارت کی تہہ سے بنیادی پتھر کھینچ لیا گیا، بس یہ شعر میری سمجھ میں آ گیا، اور میرے دل میں طاؤس و رباب کی محفلوں سے نفرت پیدا ہو گئی، میری خودداری نے ٹھیس کھائی، اور اب میرے دل کے لہو کی ایک ایک بوند اسی ٹھیس کی وجہ سے تلملا رہی ہے، اور تڑپ رہی ہے ؎

بیتاب ہے رگ رگ میں ہر اک بوند لہو کی
کس شوخ نے دیکھا ہے مجھے یوں نگہ شکار

لیکن یہ "شوخ" اب وہ "شوخ" نہیں ہے جس کے متعلق اشارہ پر سر بقدم براہ راست دلوں میں انگڑائیاں لیتی تھی اور جس ایک معمولی سی "جنبشِ چشم" پر ہی سیکڑوں اور ہزاروں طاؤس و رباب ایک ساتھ جاگ اٹھتے تھے، اب یہ "شوخ" کوئی اور ہے جس کی نگاہوں کی بجلیوں نے میرے دل میں بے غیرتی نہیں خودداری، پستی نہیں، بلندی، ہوس نہیں، عشق کا ایک سمندر موجزن کر دیا ہے اور یہ ہی عشق جس کے بارے میں فلسفیٔ اقبال نے آسمانوں پر چھا جانے کا جذبہ پیدا کر دینے والے اقبال نے چاند سورج اور ستاروں کی محفلوں پر قبضہ کر لینے کا مشورہ دینے والے اقبال نے کہا تھا ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ۔ ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

کیا آج ہر نوجوان کو اسی عشق کی تیاریاں نہیں کرنی ہیں؟ —

قانونِ الٰہی!

—— منتخبہ از کوثر ——

سلیم اور مسعود ایک کالج کے تعلیم یافتہ ہیں۔ سلیم ایک مدت کے بعد مسعود کی ڈیوڑھی پر

(پکار کر) مسعود صاحب!

(اندر سے) کون صاحب ہیں؟

سلیم۔ مسعود صاحب ہوں، تو تسلیم دیجئے۔

(ذرا وقفہ سے مسعود نکل کر آتا ہے اور سلیم کو دیکھ کر ٹھٹکتا ہے)

سلیم۔ السلام علیکم!

مسعود۔ (پہچان کر تعجب سے) آئیں سلیم! وعلیکم السلام! ارے بھائی یہ کیا صورت بنا رکھی ہے! یہ داڑھی کب سے چھوڑ دی؟ کمرہ میں چلو۔ بیٹھو! (دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں)

کہو، اول تو، یہ چار مہینہ سے حضرت غائب کہاں رہے؟ اور اب صورت دکھائی ہے، تو مولانا حسین احمد مدنی بنے ہوئے ہو (ہنس کر) بتاؤ تو سہی، یہ کس کا فیض ہے؟

سلیم۔ ارے بھئی! فیض کیا، بس خدا کی مہربانی سمجھو، مجھ گنہگار کو ہدایت نصیب ہوئی۔

مسعود۔ (اور بھی متعجب ہو کر) ارے! تم تو بالکل ہی واعظ ہو گئے، پہلی سی ایک بات بھی نہیں، یا تو تمہارے برابر کالج میں شاید ہی کوئی فیشن ایبل تھا! اب یہ حلیہ! (سر سے پاؤں تک نظر ڈالتے ہوئے) اور وہ بھی ان چند مہینوں میں!

سلیم۔ ارے بھئی! اس زمانہ کو بھول جاؤ، اتنی عمر جو ناجائز بسر کر دی، اب اس کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

مسعود۔ (ہنس کر) ماشاء اللہ! ——— اچھا یہ کہاں تھے اتنے دنوں؟

سلیم۔ اجی دہلی گیا تھا تو رُک گیا، پھر وہیں اتنے دن لگ گئے۔

مسعود۔ اچھا! ذرا ٹھہرو (آواز دے کر) ارے پان بھیج دو باہر! سنا! انور کریم! (اندر سے اچھا اچھا کی آواز آتی ہے) ——— (کچھ دیر میں پان اور چائے حاضر ہو جاتی ہے) دونوں چائے پی کر پان کھاتے کھاتے سلیم سے ———

اچھا اب تو تم نے ال ال بی میں داخلہ لے لیا ہوگا جیسا تمہارا خیال تھا، کیا بتائیں بھائی، ہم تو اباں جان کی وجہ سے بیزار ہو گئے! ورنہ تمہارا ساتھ نہ چھوڑتے، وہ کہتی ہیں نوکری کر لو، وکالت میں آج کل دھرا کیا ہے؟

سلیم۔ نہیں! نہیں! میں نے تو ال ال بی کا ارادہ ترک کر دیا۔

مسعود۔ ارے کیوں؟ کیا تم بھی نوکری کی گھس گھس میں پڑنا چاہتے ہو؟

سلیم۔ نہیں! نہیں، نوکری نہیں! اب یا تو کوئی تجارت کریں گے، یا صحافت۔

مسعود۔ کیوں بھئی! سچ سچ بتانا! وکالت ترک کرنے کا خیال تمہیں کیوں کر پیدا ہوا؟ کیا تمہارے پیر و مرشد نے منع کر دیا ہے؟ چونکہ پہلے تو تم اس پیشہ پر فدا تھے۔

سلیم۔ ہاں! پہلے میں سب کچھ تھا، مگر اب میرے پیر و مرشد نے اس غیر اسلامی کام سے سخت منع فرما دیا ہے۔

مسعود۔ (مذاق سمجھ کر) اچھا۔۔ تو وکالت ایک غیر اسلامی کام ہے؟

سلیم۔ جی ہاں یقیناً! اور کبھی ناقابل معافی!۔

مسعود۔ (مذاحیانہ) اہو! یہ تو بڑی بری سنائی۔ مگر کیا دریافت کر سکتا ہوں؟ کس طرح۔

سلیم۔ بھائی چھوڑو یہ تمہارے مطلب کی نہیں بلا وجہ کیوں وقت خراب کرتے ہو؟ میرے دل کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔

مسعود۔ (کسی قدر سنجیدگی سے) میں نہایت ٹھنڈے دل سے تمہاری باتیں سنوں گا، ہاں تو وکالت کیوں گناہ اور وہ بھی ناقابل معافی!۔

سلیم۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو نگے۔ کہ شرک ناقابل معافی ہے!

مسعود۔ تو کیا وکالت شرک ہے؟ بھئی یہ تو نئی سننے میں آئی ہے!۔

سلیم۔ دیکھو! خدا کے قانون کو تسلیم کرتے ہوئے کسی اور کے قانون کی پیروی کرنا شرک نہیں تو اور کیا ہے؟

مسعود۔ (بے سوچے سمجھے) تو جتنے مسلمان وکیل ہیں؟ آئیں!۔

سلیم۔ خیر یہ تو میں کیوں کر کہدوں کہ مشرک ہیں، مگر کم از کم یہ کام تو شرک ہی ہے!۔

مسعود۔ تو پھر تمہارے خیال میں یہ جج اور مجسٹریٹ بھی شرک کرتے ہیں جو انگریزی قانون کو چلاتے ہیں؟!

سلیم۔ بالکل!...... اور ان سے بڑھ کر یہ لیجسلیٹو اسمبلیاں! وغیرہ جو خدا کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہیں۔

مسعود۔ اب تم بڑے دلچسپ بنتے جا رہے ہو! اچھا تو سرکاری نوکریوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟۔

سلیم۔ ناجائز۔

مسعود۔ خواہ کتنی ہی دیانت داری سے کیجائے؟

سلیم۔ مسعود! تم یہ نہیں سوچتے کہ حکومت سے دیانت کر کے تم خدا سے بددیانتی کرتے ہو؟

مسعود۔ ارے...... وہ کیوں کر...؟

سلیم۔ مسعود تم مسلمان ہونے کی حیثیت سے دنیا میں خدا کے قانون کو رائج کرو گے یا کسی انسان کے بنائے ہوئے قانون کو؟۔ اگر تم قانون الٰہی کے خلاف قانون غیر الٰہی (انسان) کے طرف دار بن جاؤ گے، تو دیانت دار ہو گے یا بددیانت؟

مسعود۔ سلیم! تم تو ایک سے ایک بڑھ بڑھ کے سنائے جا رہے ہو، دیکھو مزدور بیچارہ اپنی محنت کی اجرت لیتا ہے تو آپ کی منطق کی رو سے وہ بھی مشرک ٹھہرے کا اس لئے کہ وہ کافر سے مزدوری حاصل کرتا ہے۔

سلیم۔ مسعود! چور اگر رات بھر اپنا خون پسینہ کرتا ہے اور آخر نقب لگا کر چوری کرتا ہے، تو آپ کی منطق کی رو سے کیا اس چوری کا مال حلال سمجھا جائے گا؟

مسعود۔ تمہاری منطق تو ایسی ہے جس کے مقابل زبان بند ہوئی جا رہی۔ اخیر کیا "اولی الامر منکم" کو نہیں مانو گے؟

سلیم۔ تم پڑھے ہوئے جانتے ہو۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ — اور جب تیرے رب نے فرشتوں

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ — سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے

خَلِیْفَةً ۔ (البقرۃ) — والا ہوں ....

اس صورت میں کسی ملک کا حاکم کیوں نہ ہو خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے احکام الٰہی کو چلا سکتا ہے، مگر اسکو احکام الٰہی کے مقابل اپنی جانب سے کوئی قانون بنانے کا حق نہیں ہے۔ دیکھئے حکم الٰہی یہ ہے، کہ سود حرام ہے اور اس کا لینے والا دینے والا کافر ہے۔۔۔۔ انگریزی عدالت کو جا کر دیکھئے

چاند سے دو باتیں!

از حضرت مائل جگنوری

اے قمر! مدت سے ہے تو آسمان پر ضوفگن
اور تیری روشنی ہے فائدہ بخشِ زمن

شاعروں نے کی ہے تجھ سے گفتگو ہر دور میں
آج ہے مائل کا بھی تیری طرف روئے سخن

تجھ سے جو میں پوچھتا ہوں اس کا دے سچ سچ جواب
کیونکہ ہے تو ابتدا سے زینتِ چرخِ کہن

نیّرِ مسلم کی بھی دیکھی ہے تو نے روشنی
ہو رہا ہے مدتوں بزمِ جہاں میں ضوفگن

نامِ ظلمت کا مٹا ڈالا تھا جس نے ہر سو
روشنی پاتا تھا جس سے دیدۂ چرخِ کہن

آج اس کی ضوفشانی کیا ہوئی اور ہے کہاں
آج کیوں بازارِ ہستی میں نہیں اس کا چلن!

کر دیا تھا جس نے ہر ذرے کو رشکِ آفتاب
آج کیوں ظلمت کدہ ہے اس کی تاباں انجمن

تھی نمایاں جس کے ہر تنکے سے نورانی بہار
آج کیوں تاریک پژمردہ ہوا اس کا چمن

ساری دنیا کو دیا تھا جس نے پیغامِ خوشی
آج آخر کیوں ہوا وہ موردِ رنج و محن

بحر و بر پر حکمرانی جس کی تھی اس دہر میں
آج آخر کیوں ہے وہ پامال و مہجورِ وطن

جس کے قدموں پر فدا ہوتے تھے خوبانِ جہاں
آج اس مسلم کا آخر ہو گیا کیسا بانکپن

اس کی دنیائے درخشاں میں اندھیرا کیوں ہے آج
راز یہ کیا ہے بتا دے مجھ کو بھی تو من و عن

چاند نے میرے سوالوں کا دیا ہنس کر جواب — جو بہت ہی مستند تھا اور نہایت دل شکن

یہ کہا اس نے کہ کیا اب تک نہیں تجھ کو خبر — اللہ اللہ یہ تری غفلت یہ تیرا سادہ پن

بے خبر ہیں جس کے نورِ فضل سے ہوں نور پاش — آج ہے ناراض مسلم سے وہ رب ذو المنن

تو نے منہ موڑا ہے اس کے حکم سے اے ناسپاس — اپنا وعدہ بھی نہ رکھا یاد اے پیماں شکن!

پھر اگر کرلے گا راضی اس کو نیک اعمال سے — پھر اگر ہو جائے گا تو حق پرست و بت شکن

روشنی میں پھر جو تو قرآن کی آ جائے گا — تازہ ہو جائے گا پھر سوکھا ہوا تیرا چمن!

بادۂ وحدت سے پھر کر دیگا تو عالم کو مست — پھر وہی شمع شبستاں پھر وہی ہے انجمن

جامۂ باطل کی مانند پھر اڑیں گی دھجیاں — جب تو نکلے گا پہن کر حق کا زری پیرہن

فرزندِ اسلام سے!

(از مختار کسنڈوی (لکھنؤ))

جب لقب دینے لگے دنیا تجھے اوباش کا ، جب کوئی پرساں نہ ہو انسانیت کی لاش کا
جب تجھے احساس ہو اپنی خطائے فاش کا، قابلِ نفریں ہو جب عالم دلِ صد پاش کا
اللہ اکبر کا ہو کہہ کے بسم اللہ بن کھاتا ہوا
ہاتھ میں ہو پرچم اسلام لہراتا ہوا

ملک سے مفقود ہو جب اتحاد و ارتباط سازِ ہستی کا ہر اک نغمہ ہو مایوس نشاط
بے اثر ثابت ہو جب ہر ایک سعئ اختلاط جب یہ عالم ہو تو سن لے بر بنائے احتیاط
ذہن کو لے جا عرب کے ریگ زاروں کی طرف
موڑ دے نظریں مدینے کی بہاروں کی طرف

جب عذابِ جاں گزا میں مبتلا ہو کائنات جب بہ الفاظِ دگر وقفِ خلل ہو کائنات
جب حقیقت سے تغافل آشنا ہو کائنات جب حریفِ مسلکِ صدق و صفا ہو کائنات
روشنی پھیلا چراغِ اسوۂ صدیق کی،
اور پھر اس روشنی میں دے پیامِ زندگی،

منزلِ ہستی میں جب دشوار ہو جائے قیام فخر سے کہنے لگے ہر فرد جب خود کو غلام،
جب کلیموں کی زباں ہو جائے محرومِ کلام، جب بدل دی جائے ذہنیت بزورِ اہتمام
شیوۂ صدیق کی توثیق ہونا چاہیئے!
مسلکِ صدیق کی تصدیق ہونا چاہیئے!

جب خدا کو بھی خدا کہنے میں شرم آنے لگے نعرۂ تکبیر پر جب کفر بل کھانے لگے
جب عقائد کو ہوائے نفس کے ٹھکرانے لگے جب محبت کا شگفتہ پھول مرجھانے لگے
روبہ قبلہ آمنہ کے لال کو آواز دے!
اور عمرؓ کے عزم و استقلال کو آواز دے!

بے حسی قوم پر جب خندہ زن ہوں ذلتیں! جب مرید آدمیت ہوں خدا کی لعنتیں!
جب تخیل ڈھونڈتا پھرتا ہو مردہ حسرتیں جب خیال و خواب ہوں پاکیزگی کی برکتیں!
یاد کر تو حضرت فاروقِ حق آگاہ کو!
ڈھونڈ چشمِ دل سے اُس کی زندگی کی راہ کو

(از علامہ محوی صدیقی لکھنوی لیکچرار مدراس یونیورسٹی)

محمد مصطفےٰ صلِّ علیٰ کیا نام پیارا ہے
وہی اللہ کا محبوب، اور آقا ہمارا ہے

وہی کہ جس نے ہر اک عاجز و بیکس کی غم خواری
وہی، جو بینواؤں اور یتیموں کا سہارا ہے

وہی، اجڑی ہوئی محفل کو آکر جس نے رونق دی،
وہی، بگڑے ہوئے اخلاق کو جس نے سدھارا ہے

وہی، جس کے جمالِ جانفزا پر نازِ خالق کو
وہی، جو قدسیوں کا اور فرشتوں کا دلارا ہے

کوئی انسان بیکس ہو شکارِ ظلم و بے دردی
یہ اس کے شیوۂ لطف و کرم کو کب گوارا ہے

گدا و شاہ تھے جس کی نگاہِ عدل میں یکساں
حمایت جس نے کی مظلوم کی ظالم کو مارا ہے

وہی جس نے مٹایا کفرِ عالم گیر کو آکر
وہی، جس نے جہاں کو زورِ ایماں سے سنوارا ہے

وہی تاریکیاں کیں دور جس نے شرک و بدعت کی
وہی، سورج بھی جس کے آگے اک مدھم ستارا ہے

وہی، پیدا ہوئی جس کے لئے یہ محفلِ ہستی
وہی، جس کا زمیں سے تا فلک ہر جا اجارا ہے

وہی، جس کی نگاہِ ناز ادب آموزِ عالم تھی
وہی، جس کا تبسم جانِ اخلاق و مدارا ہے

وہی، جس نے دیا توحید کا پیغام دنیا کو
وہی، جس نے ہدایت کی طرف سب کو پکارا ہے

نہیں موقوف کچھ جن و ملک انسان و حیواں پر
مطیع امر اس کا ہر شجر، ہر سنگ خارا ہے

وہی، ہیں بندۂ درگاہ جس کے قیصر و کسریٰ
وہی، جس کی نظر میں ہیچ رستم اور دارا ہے

وہی، ہر بات جس کی کاتبِ تقدیر کا فرماں
حیات و موت جس کی ایک ابرو کا اشارا ہے

وہی، کونین کو جس کی غلامی باعثِ عزت
وہی آقا ہمارا ہے، وہی مولا ہمارا ہے

وہی، بیمارِ ہجراں کی دوا، دیدار ہے جس کا
وہی، جس کی جدائی میں کسے جینا گوارا ہے

عرب کیا ہے عجم کیا، ہند کیا ہے، ساری دنیا کو
اسی نے پستی و ادبار و ذلت سے ابھارا ہے

وہی اک بندۂ مہجور جس کا محویِ رنگیں
وہی محوی کہ جس نے جان و دل سب حق پہ وارا ہے

درودِ بے حساب اس پر سلامِ بے شمار اس پر
مری جانِ عزیز و کائناتِ دل نثار اس پر

صلوٰۃ (نماز) قرآن مجید کی روشنی میں!

(از مولانا مولانا ابوالحسن علی ندوی)

انسان مجموعہ ہے جسم و روح (قلب) اور عقل کا، تو اس کی جامعیت کے مناسب اور اس کی اشرفیت اور انسانیت کے شایاں یہی ہے کہ اس کے لئے ایک ایسی عبادت مقرر کی جائے جو اول تو اس کے اپنے ارادے اور اختیار سے عمل میں آئے اور دوسرے وہ اتنی جامع ہو کہ اس میں تمام عناصر انسانیت اور اجزا ارباب الامتیاز کا اللہ کے سامنے سجود و نیاز اور خضوع (عاجزی) و تذلل (عاجزی) ہو۔ اس لئے کہ انسان صرف جسم کا نام نہیں، اور وہ جمادات و حیوانات کی طرح غیر مکلف (تکلیف نہیں دئے جانے والا) و غیر مختار و غیر عاقل بھی نہیں، لہٰذا اس کی غیر اختیاری عبادات کافی ہیں، اور ایسی کوئی عبادت جس میں صرف اس کا جسم اپنے خالق اور رب کے سامنے جھکتا ہے، نہ ایسی عبادت جس میں صرف قلب (دل) اپنے قبلۂ حقیقی کی طرف متوجہ رہتا ہے، اور نہ ایسی جس میں مراقبہ (نگاہ رکھنا) و دھیان و تفکر (سوچنا اور غور کرنا) ہے۔ اس لئے کہ انسان نہ صرف جسم ہے اور نہ صرف قلب (دل) اور نہ صرف عقل بلکہ ان سب کا مجموعہ ہے، یہ جامع عبادت نماز ہے جس میں بیک وقت انسان کا جسم، اس کی روح، اس کا قلب (دل) اور اس کی عقل مصروف عبادت ہوتی ہے، اور انسان ان سب کے ساتھ اپنے رب کے سامنے سرنگوں (سر جھکائے ہوئے) دست بستہ (ہاتھ باندھے ہوئے) ہوتے ہیں، وہ جس وقت سجدے میں ہوتا ہے، تو صرف اس کی پیشانی ہی جو اس کے جسم کا سب سے زیادہ ممتاز اور مکرم حصہ ہے، خدا کی بنائی ہوئی سب سے زیادہ پست چیز (زمین) پر نہیں رکھی ہوتی، بلکہ اس کی عقل بھی رب اعلیٰ کے علو و رفعت کا اعتراف کرتی ہے، اور اس کی بلندی کے سامنے سرنگوں ہوتی ہے۔ اس کا قلب بھی اس کی بلندی اور اپنی پستی کی شہادت دیتا ہوتا ہے اور اس کا سارا وجود زبان حال سے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کی تسبیح پڑھتا ہوتا ہے، اور مصلی اپنی شہادت کی خود تصویر ہوتا ہے۔

نماز کی ضرورتیں

اس لئے نماز میں جسم و قلب اور عقل تینوں کی شرکت ضروری ہے، اور تینوں کا خشوع (عاجزی) مطلوب ہے۔ جسم کا تو اس وجہ کہ اس کے قیام و رکوع و سجود کے بغیر تو نماز ہی نہیں ہوتی، اس لئے کہ اس کے قلب و عقل کا محل (مقام) بھی وہی ہے، اور اسی پر حکم کیا جا سکتا ہے، اس لئے کہا گیا ہے۔

وَارْكَعُوا وَاسْجُدُوا — اور رکوع کرو اور سجدہ کرو اور
وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ — اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

پھر اس کے قلب کا خشوع بھی ضروری ہے، اور اسی پر اس کی فلاح (بھلائی) کا حکم لگایا گیا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ — فلاح (بھلائی) پائی ان ایمان والوں
هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ — نے جو اپنی نمازوں میں عاجزی اور فروتنی کرتے ہیں۔

اس کی عقل کی معیت اور شرکت بھی ضروری ہے، اگر وہ سرے سے حاضر نہیں تو جسم کا رکوع و سجود معتبر نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ — اے ایمان والو! نماز کے پاس نہ جاؤ جبکہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم کو خبر (ہوش) ہو کہ اپنی زبان سے تم کیا کہتے ہو۔

پس نماز دراصل انسان کی طبعی تقاضا اور اس کی فطرت انسانیت کا سب سے زیادہ اہم مطالبہ ہے، جیسا کہ اس کے جسم کا مطالبہ غذا اور اس کی انسانیت کا تقاضا مدنیت و اجتماع اور اس کا اس مطالبہ سے غفلت کرنا یا انکار کرنا اپنی فطرت سلیمہ سے انحراف اور اپنے شرف انسانیت کی ناقدری اور جوہر انسان کی تذلیل ہے۔ یہ ساری کائنات ایک عبادت گاہ ہے جس کا ذرہ ذرہ مصروف عبادت ہے، سرگرم اطاعت اور سربسجود ہے، انسان کو اس بساط کائنات پر ایک معزز جگہ اور اس زمین پر ایک مرکزی حیثیت اور اس دنیا میں خدا کی نیابت و خلافت کا خلعت حاصل ہے، اگر وہ اپنے ارادہ و اختیار سے ہمہ دم و ہمہ وقت سربسجود رہتا اور کسی وقت اس کی پیشانی خاک سے نہ اٹھتی ہو، تو یہ محل حیرت نہ تھا لیکن چونکہ اس کو زمین پر خدا نے اپنی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے اور اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کو کام میں لانے کا حکم دیا ہے اور اس میں پہاڑوں کی استقامت ہے اور نہ درختوں کا صبر، نہ ہی دریا کی خموشی اور نہ پرندوں کی سبک روی، نہ جانوروں کی بے زبانی، نہ زمین کی افتادگی، نہ سبزہ کی پامالی بلکہ اس کی فطرت میں شورش ہے، اس کی مزاج میں عجلت و بے صبری، اور وہ فطرتاً کمزور و ناتوان ہے۔

(۱) خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ — انسان کی سرشت میں جلد بازی ہے۔

(۲) إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا — انسان بڑا بے صبر پیدا کیا گیا ہے۔

(۳) يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ — خدا چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کرے
وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا — انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

پانچ نمازوں کی اہمیت!

اس لئے اسے ہر وقت کھڑے رہنے اور ہر وقت سربسجود رہنے کے بجائے صرف پانچ وقت نماز کا حکم دیا ہے اور اس پانچ وقت کی حاضری کو ہمہ وقت حضوری کا اور پانچ نمازوں کو پچاس نمازوں کا قائم مقام بنا دیا ہے۔ معراج کی حدیث میں ان پچاس نمازوں کے فرض ہونے اور بتدریج تخفیف کے بعد صرف پانچ نمازوں کے رہ جانے کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اسی حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ کو یہ بشارت بھی سنائی گئی ہے، کہ ان پانچ کا ثواب پچاس ہی کا ہے گا، حدیث یہ ہے۔

ثم فرضت علی خمسون صلوٰۃ کل یوم فرجعت فمررت علی موسی فقال بم امرت قلت امرت بخمسین صلوٰۃ کل یوم قال ان امتک لا تستطیع خمسین صلوٰۃ کل یوم وانی واللہ خبرت الناس قبلک وعالجت بنی اسرائیل اشد المعالجۃ الخ

پہلے پچاس نمازوں کو فرض کرنے اور پھر پانچ نمازوں کو قائم رکھنے میں ایک لطیف اشارہ اس بات کا ہے کہ دراصل انسان کی زندگی اور اس کی عبدیت و منصب خلافت کے شایان شان پچاس ہی نمازیں ہیں لیکن اس کی کمزوری کے پیش نظر بالآخر یہ پانچ نمازیں مقرر کی گئیں لیکن وہ پچاس ہی کے قائم مقام ہیں، دراصل یہ ابتدا ہی سے تقدیر الٰہی اور منشاء الٰہی تھا، اگر ایسا نہ ہوتا تو اتنی بڑی ترمیم نہ ہوتی، اسی حقیقت کی طرف اشارہ اس جملے میں ہے، جو قرآن مجید میں کہا ہے،

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ۔ (ق) — میرے حضور بات بدلی نہیں جاتی اور نہ میں بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا ہوں۔

حضرت موسیٰ کا مشورہ اس معاملے میں ایک لطیف تدبیر الٰہی تھی، جو ان دونوں (پچاس اور پانچ) کو جمع کرنے ایک نہایت

لطیف طریقہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پچاس کو قبول کر لینا، علی رجبکے انقیاد کے علاوہ اس بات کا ثبوت ہے، کہ آپ کے نزدیک منصب عبودیت کے لحاظ سے یہ مقدار کچھ بڑی نہ تھی، اور یہ حقیقت ہے، مسلم کی روایت میں آخر میں یہ الفاظ آتے ہیں،

قال لم ازل ارجع بین ربی و بین موسیٰ حتی قال یا محمد انھن خمس صلوات کل یوم ولیلۃ بکل صلوۃ عشر فذالک خمسون صلوٰۃ ۔

بخاری اور مسلم کی دوسری مشترک روایت ہے

فقال ھی خمس وھی خمسون لایبدل القول لدیّ ۔

بے نمازی کی حیثیت!

پس جو شخص ان پانچ نمازوں کو بھی ادا نہ کرے، وہ دراصل موجودات و کائنات کی نگاہ میں اپنے شرف انسانی کی تذلیل کرتا ہے، اور خلافت الٰہی کے اس منصب و مقام کی تحقیر کرتا ہے اور علی روس الاشہاد اس کی شہادت دیتا ہے کہ [illegible] صرف [illegible] صرف وہی نافر[مان] و خود سر [illegible] اللہ کی اطاعت [illegible] صرف وہی باغی و منحرف ہے۔ دنیا کا یہ پورا کارخانہ اس کی زندگی اور اس کی راحت کے لئے شب و روز متحرک اور سرگرم ہے، اس میں کوئی تعطیل نہیں، اور اس میں کبھی کوئی وقفہ نہیں ہوتا، سورج اس کے لئے پابندی سے [illegible] ہے، ہوائیں [illegible] کی [illegible] پھرتی ہیں، بادل اپنے کندھوں اور سروں پر پانی کے سمندر لئے پھرتے ہیں، درختوں کی طرف سے بخل نہیں، زمین کو خدمت و اطاعت سے عذر نہیں ہوتا، ان کو اس کے حکم و احکامات سے مجال سرتابی نہیں، لیکن خود اس کا یہ حال ہے کہ ہر وقت ان سب کی محنت کے نتائج و ثمرات سے متمتع ہوتا ہے، لیکن اس خدا کے سامنے سر جھکانے سے اس کو گریز یا غفلت ہے، جس کے حکم سے یہ سارا عالم اس کی راحت کے لئے سرگرداں ہے سے

"ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری "

مطلب:- بادل، ہوائیں، چاند اور سورج سب خدا کے مقررہ کاموں میں سرگرم ہیں، تاکہ تو روٹی حاصل کرے اور غافل ہو کر کھائے، یہ سب تیرے ہی لئے پریشان اور تیرے ہی فرماں بردار ہیں، یہ تمام ہو رہے ہیں کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ تو (خدا کے احکام) حکم بجا نہ لائے۔

ادھر آپ نے سنا کہ اس سارے عالم میں نظام اطاعت و عبودیت (بندگی) اس طرح جاری و ساری ہے، جس طرح رگوں میں خون، اور یہ سارا عالم اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ اور یہ ساری کائنات جو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے، اس کے سامنے سرنگوں ہے (ولہٗ اسلم من فی السمٰوات والارض) انسان کے لئے اس دین (عبادت و اطاعت) کو قبول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ خدا کی شریعت کو جو اس کے اختیار اور ارادہ سے تعلق رکھتی ہے قبول کر لے، اور اس کے مقابل ہر چیز سے دست بردار ہو جائے اور اس عقیدہ اور عمل کا سب سے بڑا شعار یہ نماز ہے، اس نے زبان نبوت نے بالکل بجا فرمایا ہے، الصلوٰۃ عماد الدین من اقامھا فقد اقام الدین ومن ھدمھا فقد ھدم الدین ۔ ترجمہ: نمازیں دین کا ستون ہیں جس نے انہیں تھاما، اس نے دین کو تھام لیا اور جس نے ان کو ڈھایا، اس نے دین کو ڈھا دیا۔

—.—.—.—.—

زمانہ انقلاب پسند ہے

(از جناب ایس ایم احمد تاج صاحب بنگلور سٹی)

رات کی چاندنی میں ہر طرف خاموشی ہے، چمن میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں اور اپنے کندھوں پر بھینی بھینی مہک کو لئے ادھر سے ادھر، ادھر سے ادھر پھر رہی ہیں، پرندے اپنے اپنے بسیروں میں آرام کر رہے ہیں دنیا والے دن بھر کی تھکن سے بستروں پر نیند کے متوالے نظر آتے ہیں، ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے، مگر ایک نرم نرم صدا، جو دور دور سے کانوں تک پہنچ رہی ہے ؎

ٹھکرا رہی ہے دنیا ہم ہیں کہ سو رہے ہیں
برباد ہو چکے تھے، برباد ہو رہے ہیں

ہاں! ہاں! وہی دو نوجوان ہیں، جو اس خوش نما چمن میں آ رہے ہیں، ان میں سے ایک رشید ہے بہت خوش ہے، مگر سلیم کچھ غور و فکر کے دریا میں ڈوبا ہوا۔

رشید - سلیم! تمہیں آج کیا ہو گیا؟ نہ کچھ کہتے ہو نہ ہی کچھ سنتے ہو، کس لئے یوں بے قرار ہو؟ آخر کیا وجہ ہے؟

سلیم - بھائی رشید! کیا بتاؤں؟ بتاؤں تو میں ہی پاگل کہے جاؤں۔

رشید - ایں! ایسی کونسی بات ہے؟ سناؤ میں بھی تو سنوں۔

سلیم - ہماری قوم ...... آہ! ...... اتنی بگڑی ہوئی ہے، اگر کسی کو سیدھی راہ پر چلنے کو کہیں، تو وہ الٹے ڈانٹنے لگتا ہے۔

رشید - نہیں نہیں! مسلمان تو ایسے نہیں، کہ اچھی باتوں کو برا بھلا کہیں، یہ تمہارا خیال ہے، ہاں! اگر کوئی ایسی بات ہو، تو کیا میں سن سکوں۔

سلیم - جب قوم کی موجودہ حالت پر میری نظر پڑتی ہے، تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، دیکھو! یہ اول درجہ کے جوا باز ہیں، شراب خانے ان سے آباد ہیں، زانی یہ ہیں، بات بات میں جھوٹ کہتے ہیں، دھوکا دے کر اپنی غرض پوری کرتے ہیں، اور کن کن باتوں کا ذکر کروں، الجھن بڑھتی جاتی ہے۔

رشید - اُف! کیا کہا جائے، ارے بھائی! شراب وہ پیتے ہیں وہ تو اس کے عادی ہیں، جیسے تم اور ہم چائے کے عادی ہیں، جوا کھیلتے ہیں، کیوں! روپیہ کمانے کے لئے، زنا کے وہ مرتکب ہیں، اس لئے کہ وہ عیش پرست واقع ہوئے ہیں چلو! جھوٹ نہ بولیں تو پیٹ کیوں کر بھرے، غرض دنیا میں ہر ایک کام اپنے ساتھ ایک مقصد رکھتا ہے۔

سلیم - واہ! واہ! بالکل جاہل سے باتیں کر رہے ہو، اگر کوئی مسلمان سن لیں تو تم پر ہنس پڑے۔

رشید - خیر تم کہنا چاہتے ہو؟ اور کیا کیا جا سکتا ہے؟

سلیم - کاش ہمارے مسلمانوں کے ہوش سنبھلے ہوتے ہم بہت کچھ کر دکھاتے، کیا تم نے تاریخ اسلام نہیں پڑھی؟ کہ ہمارے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی بھر آدمیوں سے دنیا میں نور اسلام کو بھر دیا، اور مسلمانوں کو نمونۂ اخلاق بنا دیا۔

دیکھو آج دنیا میں ۵۵ کروڑ مسلمان ہیں، فلسطین کو لو، جہاں عربوں کی اکثریت ہے، زبردستی وہاں یہودی بسائے جاکر تقسیم فلسطین کی چھیڑ سے دنیائے اسلام میں ایک ہیجان پیدا کیا جارہا ہے، دور کیوں جارہے ہو ہندوستان کو لو! جہاں ۴۰ کروڑ کی آبادی ہے، جس میں ۱۰ کروڑ مسلمان ہیں، ۶ کروڑ اچھوت ہیں، جو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہیں، باقی ۲۴ کروڑ غیر اقوام ہیں، برہمن ہیں، دوسری ہندو قومیں ہیں، سکھ پارسی اور عیسائی شامل ہیں، اس اعتبار سے مسلمانوں کی تعداد کچھ کم نہیں، اس کے سوا اچھوت بھی ہمارے تعاون کے لئے آمادہ ہیں، پھر بھی مسلمانوں پر اس قدر مظالم کیوں ڈھائے جارہے ہیں۔

(باقی آئندہ اشاعت میں دیکھئے)

پیغام

(از ... فاطمہ صغریٰ صاحبہ بنت جناب ... عبدالقادر صاحب طالب، بنگلور)

وہ چال چل کہ زمانہ میں ہو مثال تری ۔۔۔ وہ کام کر کہ نمونہ بنے جہاں کے لئے

تو شاہ راہ ترقی پہ گامزن ہو کر ۔۔۔ [illegible] تیغ ہو نواں کے لئے

ہو عکس ریز علو، عزم جوہر ذاتی ۔۔۔ تو شیر مرد کو ڈر کیا ہے امتحاں کے لئے

شعار اپنا ہو جب جو کرلے خدمتِ خلق ۔۔۔ مآل نیک وہ کام آئے نقد جاں کے لئے

اگر ہے پاس اخوت کا کچھ احساس ترے ۔۔۔ ہو سرفروش تو تیار ارمغاں کے لئے

دکھائیں نقشِ قدم تیرے منزلِ مقصود ۔۔۔ یہ وصفِ خاص ہے ہر میر کارواں کے لئے

فرازِ عرش سے بالا ہے نظرِ دوراندیش ۔۔۔ یہ انتہائی وسعت ہے نکتہ داں کے لئے

سکونِ پا نہ کسی جادۂ کشاکش پر ۔۔۔ [illegible] نہیں تجربہ کراں کے لئے

حقیقت آشنا و حق شناس و حق آئیں ۔۔۔ تغیرات جہاں عمرِ جاوداں کے لئے

مآلِ کار ہو کیا حیات و موت اس پر ۔۔۔ خدا کے واسطے محبوب انس و جاں کے لئے

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا ۔۔۔ کہ نطق نے مرے بوسے مری زباں کے لئے

تذکرۂ زکوٰۃ

کس قدر خوش نما پہاڑی ہے، جس کے دامن میں سرسبز و شاداب خطۂ زمین ہے، جس میں نہایت ہی پُر تکلف ایک خوش نما باغ لگایا گیا ہے، اور بڑے بڑے گھنے درخت سایہ کئے ہوئے ہیں، اور نونہالانِ چمن نہایت ہی شگفتہ دکھائی دیتے ہیں، اور بادِ نسیم کے جھونکوں سے جھوم رہے ہیں، جدھر نظر جاتی ہے، رنگ برنگ اور طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے ہیں، پہاڑی چشمے اس باغ کی آبیاری کی نذر ہوتے جا رہے ہیں۔

ان گھنے گنجان درختوں کے اندر ایک خوبصورت خوش وضع کا ایٹو ڈٹ مکان ہے، اس کی اونچی اونچی منڈیریں بہت سی نکالی ہوئی کھڑی ہیں،

سراج آہستہ آہستہ اس شاندار مکان کے پاس پہنچتا ہے، عاقل بھی عبادت الٰہی کو ختم کر کے خاموشی سے ساتھ والان میں اپنے دوست سراج کا انتظار کر رہا ہے۔

سراج۔ (عاقل کو دیکھ کر) السّلام علیکم!۔

عاقل۔ وعلیکم السّلام! خیریت ہے؟ بھائی سراج! دشمنوں کا مزاج ملول و رنجیدہ معلوم ہوتا ہے،

سراج۔ بھائی خیریت ہے، نہ کہا جا سکتا، نہ رہا جا سکتا، دل آزردہ تو ہوں، اس کی وجہ یہ ہے، کہ اپنے مکان سے آتے ہوئے ایک دردناک منظر دیکھا، جس سے آنسو بھر آئے، ایک نوجوان بیوہ پردہ نشیں باہر نکل کی اور مزدوری کرنے سے معذور! چار چھوٹے چھوٹے بچے ۲۴ گھنٹوں سے فاقہ کش بھوک سے تڑپ رہے ہیں، ذرا آگے بڑھا تو چند مسلم نوجوان گلی کوچوں میں اپنی زندگی بے کاری میں گذار رہے ہیں کسی کو کرتہ ہے، وہ بھی پھٹا ہوا، تو کسی کو پائجامہ ہی نہیں، معلوم ہوتا تھا، غائت درجے کے مفلس ہیں، بھائی عاقل کیا اسلام نے ان کے لئے کوئی معقول انتظام نہیں کیا ہے؟ غیر مسلموں کو دیکھو، وہ کتنے خوش حال ہیں۔

عاقل۔ یہ قوم کی غفلت اور گمراہی کا نتیجہ ہے، اسلام کے مقابل دنیا میں کسی مذہب میں کوئی اجتماعی نظریہ اور مسلک ایسا نظر نہیں آتا جو انسانی زندگی کے عملی مسائل کا مجرد حل پیش کرتا ہو۔

سراج۔ معلوم ہوتا ہے، کہ اوّل تو اسلام میں دولت و مال کا رتبہ ہی نہیں ہے، جس کی وجہ اسلام میں افلاسی کا بازار گرم ہے،

عاقل۔ بھائی عاقل! تم نے اسلام کی تاریخ نہیں پڑھی ہے، دیکھو! اسلام نے دولت کو معیشتِ انسانی کا ستون قرار دیا ہے،

ارشادِ باری ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ	اور تم کم عقل لوگوں کو اپنا
اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ	مال نہ دو، جن کو، اللہ نے
اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (النساء)	تمہارے لئے سہارا بنایا ہے۔

اس ربّ العزّت نے مال کو قرآن حکیم میں ۲۸ جگہوں میں "فضل" ۱۲ مقاموں میں "خیر" اور ۱۲ آیات میں "حسنہ" اور "رحمۃ" کے ناموں سے یاد کیا ہے، یہ ہے اسلام میں مال کا رتبہ۔

مگر یہ اسلام کا قصور نہیں، ہمارا اپنا قصور ہے، مسلمانوں نے پچھلی کئی صدیوں سے غیر اسلامی طریقہ اختیار کیا، اور اپنی خواہشات نفس کی پیروی میں اور اپنے انفرادی کردار اور اجتماعی رویہ میں غیر اسلامی راہ چلنا پسند کیا،

اگر مسلمان آج اور کچھ نہ کرتے، وہ صرف زکوٰۃ کی ادائی احکام الٰہی کے مطابق پابندی سے کرتے جاتے، تو یقیناً اسلام کی معاشی زندگی کا بہترین واحد حل اپنی پوری فلاح اور سعادت کے ساتھ ظاہر ہوجاتا، اور اسلام میں آج کوئی مفلس و محتاج نظر نہ آتا،

سراج — کیا صرف زکوٰۃ کی ادائی سے کوئی مفلس اور محتاج نہیں رہتا۔

عاقل — اسلام نے معاشی زندگی کے لئے زرّین نظام تجویز کیا ہے، وہ اسلام کی معاشی زندگی کا سنگ بنیاد زکوٰۃ ہے، جو محتاجوں کا ایک بے نظیر بیمہ ہے

(۱) ایک حاجتمند معذور اس کی قسم سے امداد حاصل کرتا ہے اگر مفلس، غریب، اپنے بچوں کو چھوڑ کر مر جائیں اس زکوٰۃ کی رقم ان کی کفیل اور ذمہ دار ہوتی ہے، اگر کوئی بڑھاپے بیماری اور ناگہانی مصیبت میں گھر جائیں تو زکوٰۃ کی رقم اس کی مددگار بن جاتی ہے، زکوٰۃ غریبوں کے معیار زندگی کو بڑھاتی ہے، غریب بچوں کی تعلیم کے لئے ممد و معاون ہے غریبوں کے لئے مدرسے، اور آرام دہ مکانات تیار کئے جاسکتے ہیں، غریب یتیم بچوں کے لئے تحتانی وسطانی تعلیم مفت کروادی جاسکتی ہے، اور فوقانی و کالج کی تعلیم کے لئے زکوٰۃ کی رقم سے وظائف مقرر کئے جاسکتے ہیں، غریب اور یتیموں کے لئے کتب وغیرہ اشیاء خریدی جاسکتی ہیں، غریب کسانوں کے قرضوں کا بار ہلکا کیا جاسکتا ہے اور ایسی بیسیوں صورتوں میں زکوٰۃ سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے

سراج — عاقل! کیا یہ باتیں تجربہ سے ثابت ہوئی ہیں، یا یونہی قیاسی باتیں ہی باتیں ہیں؟

عاقل — سراج کیا کہہ رہے ہو! افسوس آپ نے اسلامی تاریخ نہیں پڑھی ہے، دیکھئے! زکوٰۃ قرآن حکیم کے مطابق نہایت پابندی کے ساتھ وصول کی جاتی تھی، اور اس کو بیت المال میں جمع کردیا جاتا تھا، عرب کا ملک بالکل جاہلیت کے دن گذار رہا تھا، جوں ہی اسلام قائم ہوگیا ہر کے ساتھ ساتھ ہر طرف مدرسے اور مکتب قائم ہوگئے، ابو عامر سلیم کی روایت میں مدینۂ طیبہ کے مدرسوں کا ذکر ہے، (معجم البلدان پڑھئے) علم ادب کی تعلیم لازمی تھی، حکم یہ تھا کہ جس کسی کو علم لغت حاصل نہیں تھا، اس کو قرآن حکیم کی تعلیم دینے کی اجازت نہیں تھی (کنز العمال پڑھئے)

بصرہ میں دس اہل کمال باقاعدہ تعلیم دیتے تھے شام میں عبدالرحمٰن بن غنم اور معاذ بن جبل اور ابو درداء تعلیم کے ذمہ وار تھے، مصر میں لحیان ابن جمل رئیس التعلیم تھے ان تمام کے خرچ بیت المال سے دئے جاتے تھے۔

عام تعلیم کی یہ کیفیت تھی کہ آٹھ آٹھ برس کے لڑکے قرآن حکیم کو حفظ کرتے تھے، اور بہت ہی کم مدت میں فارغ التحصیل ہوجاتے تھے،

نتیجہ یہ نکلا کہ تعلیم عام ہوگئی اسلامی تمدن دن دونی رات چوگنی ترقی پر تھا، مسلمان دنیا کی ثروت و شائستگی کے وارث بن گئے۔

سراج — ہاں ضرور اسلامی تاریخ پڑھنا چاہئے، خدا کرے کہ مسلمان کو آزادی مل جائے، تو یہاں بھی اسلامی حکومت قانون الٰہی پر قائم ہوجائے، ہمیں بھی وہ خوشگوار دن دیکھنا نصیب ہوجائے گا ــــ

قرآن حکیم کا نزول

اب ہم اپنے معزز قارئین کی خدمات میں قرآن حکیم کے نزول کے متعلق صحیح معلومات پیش کرتے ہیں

قرآن مجید حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر موسیٰ علیہ السلام کی طرح پتھر کی تختیوں پر کھدا ہوا نازل نہیں ہوا تھا بلکہ پروردگار نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دل (قلب) پر اتارا اس خصوص میں ارشاد باری قابل لاحظہ ہے

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ اور یہ عالموں کے پروردگار کی طرف
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o نَزَلَ سے اتارا ہوا ہے، روح الامین
بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ o (جبریل) نے دل پر اس کو اتارا
عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ ہے۔ تاکہ تم ڈرانے والوں میں
مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ o سے ہو، کھلے کھلے بیان کرنے والی
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ o عربی زبان میں اور وہ تو پہلوں
وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ o کے صحیفوں میں موجود ہے۔

(الشعرا: ۱۹۲ تا ۱۹۶)

(۲) عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وحی کے نازل ہونے کی کیفیت اس طرح بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یارسول اللہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے، آپ نے فرمایا کہ کبھی تو گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے، اور وہ مجھ پر بہت سخت معلوم ہوتی ہے، پھر وہ مجھ سے الگ ہو جاتی ہے، اور میں یاد کر لیتا ہوں، جو کہا۔ اور کبھی فرشتہ انسان کی صورت میں آتا ہے، اور مجھے کلام سناتا ہے، میں یاد کر لیتا ہوں، جو وہ کہتا ہے

(۳) وحی نازل ہونے کے سات سال پہلے ایک روشنی (نور) چمک سی نظر آنے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روشنی اور چمک کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے، مگر آپ کی ہمیشہ عادت تھی، کہ آپ ستو اور پانی لے کر شہر سے دور غار حرا میں جا بیٹھتے تھے، اور اللہ کی عبادت میں وقت گزارتے تھے، غار حرا صرف ۴ گز لمبا اور پونے دو گز چوڑا تھا جب ستو اور پانی ختم ہو جاتا تو آپ شہر میں آ لیتے

وحی نازل ہونے کے قریبی زمانے میں آپ کو ایسے خواب ہوتے تھے، کہ جو کچھ خواب میں دیکھتے، دن میں وہی ظاہر ہوتا تھا،

جب آپ کی عمر ۴۰ سال قمری پر پہنچ چکی اکتالیسویں سال کا پہلا دن ۹، ربیع الاول دوشنبہ کا دن تھا، روح الامین پروردگار عالم کا حکم لے کر غار حرا میں پہنچے، اور یہ بشارت دی، کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں

اس واقعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس آگئے، اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ میں لیٹ جاتا ہوں، مجھے چادر اڑا دو، جب طبیعت میں کچھ سکون ہوا آپ نے بیوی کو سارا حال سنایا

جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اطمینان دلایا اور فرمایا، آپ اقربا پر شفقت فرماتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ یتیموں بیواؤں اور بے کسوں کی مدد کرتے ہیں، اور خدا کے بندوں کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں آپ کا کوئی دشمن نہیں ہے ڈرنے کی کیا بات ہے،

حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے اطمینان کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور سارا واقعہ بیان کیا (باقی کے لئے صفحہ دیکھئے)

تعلیم النسواں

از آفتاب احمد، فیضی

موجودہ زمانہ عقل و دانائی اور تجربہ و مشاہدہ کا عہد ہے، عوام کا خیال ہے کہ اب ہم زیادہ عقلمند ہو گئے ہیں، اس لئے کہ ہم عجیب عجیب قصوں کو نہیں مانتے، اگر ان قصوں کو نہیں مانتے ہیں تو اس موجودہ زمانے کے تجربوں اور مشاہدوں کو مان لینا چاہیئے، اصل میں دیکھا جائے تو ہم مسلمانوں کی جستجوؤں کا مقصود، ان کی تمام آرزوؤں کا مرکز، تعلیم النسواں ہے — یہ مسئلہ اس قدر قیمتی ہے جس قدر عظیم اور اہم ہے اور اس درجہ موت و حیات کا فیصلہ کرنے والا ہے، تو صد ارا جلدی نہ کیجئے بغیر دل و جہد اور کوشش کے خاتمہ نہ کر دیجئے، ایک تسکین طلب پر اپنی تمام دل و جان نذر نہ کر دیجئے، صبر و استقامت اور سعی و جہد کا دنیا میں ہمیشہ عزائم امور کے لئے ایک حقیقت ثابت رہتے ہیں۔ آپ بھی ان سے کام لیجئے، ساتھ ہی اپنی اصلاح حال، اور حقیقی معنوں ترقیات زندگی میں سرگرم ہو جائیے دنیا میں عقل و فہم کی کشمکش عام ہے۔ عورتوں کے متعلق ہندوستان میں بہت تفریط سے کام لیا ہے، شارع اسلام نے جو حد مقرر کی ہے، اور جہاں تک انسان اس پر غور کر سکتا ہے اور اپنی عقل کو کام میں لا سکتا ہے، بلاشبہ وہی حد نہایت درست اور ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔

قابل بحث امر یہ ہے کہ مردوں کا عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرت، خاطر داری اور محبت اور ان کی تعلیم کو فرض اولین تصور کریں، اور ان کو اپنا انیس اور جلیس اور رنج و راحت کا شریک اور اپنی باعث مسرت اور تقویت سمجھیں، جہاں تک ہمیں معلوم ہے کہ تربیت یافتہ ملکوں میں عورتوں کے ساتھ یہ تمام مراتب بخوبی قائم ہیں، لیکن ہندوستان میں مردوں کے کانوں اور آنکھوں پر پردے پڑ گئے ہیں اور عورتوں کی جانب سے مردوں کے دماغ معطل ہیں — ہمارے ہاں عورتوں کی قدر نہیں ہے،

عورت کیا ہے؟

(۱) عورت خودداری اور حیا کا مجسمہ ہے

(۲) عورت حسن ہے اور حسن ہی عورت ہے

(۳) عورت مرد کا نصف ایمان ہے

(۴) عورت کا دل محبت کا بیکراں سمندر ہے، اس کا خشک ہونا غیر ممکن ہے

(۵) عورت محبت اور وفا کی دیوی ہے

(۶) عورت کی محبت مرد کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے، اور اس کے بغیر مرد کا لفظ بے کار ہے

(۷) عورت اچھے اپنے خاندان کی تعلیم کے لئے، ایک تصویر کشی کرتی ہے، کہ وہ اپنی تعلیم و اخلاق کے کیمرہ میں بچے کی تعلیم و اخلاق کی تصویر کھینچتی ہے

قابل غور امر یہ ہے کہ جو کچھ انسان میں ہے اس کو باہر نکالنا ہی انسان کو تعلیم دینا ہے، اور اس کو کسی کام کے لائق کرنا اس کا تربیت کرنا ہے، یعنی جن قوتوں کو اس حکیم مطلق نے انسان میں رکھی ہیں، ان کو تحریک دینا اور شگفتہ، اور

شاداب کرنا ہی انسان کی تعلیم ہے، اور اس کو کسی بات کا مخزن اور مجمع بنانا ہی اس کی تربیت ہے، انسان کو تعلیم دینا، در حقیقت میں کسی چیز کا باہر سے اس میں ڈالنا نہیں ہے بلکہ اس کے دل کے سوتوں کا کھولنا اور اندر کے بھرے چشمہ سے، پانی کو باہر نکالنا ہے، یا نہیں، تعلیم کا اصل مفہوم یوں ہے -

انسان بغیر تعلیم کے ایک بدشکل کھردری چٹان کی مانند ہے اور جب تک سنگ تراش کا ہاتھ اس چٹان پر کام نہیں کرتا اس کا دھندلا اور کھردراپن دور نہیں کرتا، اس کو تراش خراش کر سڈول نہیں بناتا، اس کو پالش اور جلا سے آراستہ نہیں کرتا، اس وقت تک اس میں ایک دلربا حسین چھپی رہتی ہے، اور اس کی خوشنمائیں اور دلربا رنگتیں اور خوب صورت بیل بوٹے ظاہر نہیں ہوتے، یہی حال انسان کی تعلیم کا ہے - انسان کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو، جب تک اس پر عمدہ تعلیم کا اثر نہیں ہوتا، اس وقت تک اس کی ہر ایک خوبی اور بھلائی اس میں چھپی رہتی ہے

ارسطو نے تعلیم کے اثر کو مجسم مورتوں کے بنانے کی تشبیہ میں نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے، وہ کہتا ہے، کہ ایک موہنی صورت ایک پتھر کے بدشکل ڈھوکے میں چھپی ہوئی ہے مگر سنگتراش اس کے بے کار حصوں کو اس سے دور کر کے ایک سنوار صورت میں ظاہر کرتا ہے، بڑے بڑے حکیم دانا، عالم فاضل ولی، نیک، بہادر یہ سب ایک گنوار جاہل کی صورت میں چھپے ہوئے تھے، مگر ان کی ساری خوبیاں اچھی تعلیم کی بدولت ظاہر ہوئیں، انھیں مصداق کے مطابق نظر ماں سب سے پہلے اپنے بچوں کے لئے ایک فوٹو گرافر کیمرہ سی ہے، ایک سنگتراش ہے ایک سانچہ سی ہے،

جب بچہ ماں کی گودی میں اپنی ماں کی صورت کو دیکھتا اور ہاتھ پاؤں مار کر حرکتیں کرتا رہتا ہے، سب سے پہلے اس ماں کی زبان اخلاق اور حرکات کی تصویر اس کے دل و دماغ پر قائم ہوتی جاتی ہے، جوں جوں وہ نشو و نما پاتا جاتا ہے اس میں علاوہ اس کی ماں کی اخلاق زبان کا اثر اس میں قائم ہو جاتا ہے، یہی اس بچے کی ابتدائی تعلیم جو اس بچے کی زندگی کی بنیاد ہوتی ہے اور اس ہونہار بچے کی نشو و نما کے ساتھ ترقی پاتی ہے

لہٰذا اگر لڑکیوں کو حقیقی معنوں میں اسلامی نظام کے مطابق تعلیم دی جائے، اور ہم پر خلوص کوشش کریں۔ کہ لڑکیوں کو اسلامی تہذیب و تمدن کے مطابق ان کی تربیت کی جائے اور ساتھ ساتھ مروجہ زبانوں کے تھوڑے بہت سے معلومات بہم پہنچائے جائیں تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ، ان ہونے والی ماؤں کی گودیوں سے ایسے تربیت یافتہ فرزندان اسلام پیدا ہو جائیں گے جو آئندہ صالح شہری اور اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ کے ذمہ دار ہوں گے ایک ان پڑھ خاتون ان باتوں کو تشفی بخش انجام تو نہیں پہنچا سکتی

ہندستان میں نسوانی تعلیم تہذیب کی ترقی کے منازل سے کوسوں دور ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہماری نسوانی تعلیم ابتدا سے اس درجہ تنزل پر ہے، تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ ہماری مسلم بہنیں سیاسات، فلسفہ، دینیات، فقہ اور علم و فن کے ہر شعبے میں حصے لیا کرتی تھیں، مسلمان ہندستان آنے کے بعد ہندستانی تہذیب کے اثرات بتدریج قبول کرتے گئے، بچپن ہی میں اپنی لڑکیوں کی شادیاں کرنے لگے، اور اکثر بے معنی رواج کو رائج کر لئے، جن سے مسلمانوں کی نسوانی تعلیم پر انتہا درجے کا اثر پڑا، اس کے باوجود ہمارے چند ہندو بھائیوں نے مسلمان عورتوں کے پردے کو تعلیم نسواں کی تنزل کا ذمہ دار ٹھہرایا

یہ الزام در حقیقت اپنے میں کچھ اصلیت نہیں رکھتا

بلکہ بے بنیاد ہے، راجہ صاحب انکے ان کے بے معنی رسم بچپن کی شادیاں اور ستی کا رسم اصل میں نسوانی تعلیم کے نزول کا ذمہ دار ہیں، بچپن کی شادیاں اور اتفاق سے اس بچی کا شوہر مرجاتا تو آپ کا ستی کا رسم اس بچی کی رو سے تعلیم کے

مدتوں کو موت سے تبدیل کر دیتا تھا اس طرح لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا تاریخ گواہ ہے کہ اکبر بادشاہ تمھارے اہل بچپن کی شادیاں اور ستی کی رسم کو نہ رکھتے تو آج تم اپنی بہنوں کو تعلیم حاصل کرتے نہ دیکھتے +

دختران اسلام کی بہادری

از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

عہد صدیقی میں اول اول سنہ ۱۳ھ میں مسلمانوں نے دمشق پر لشکر کشی کی، چند معرکوں کے بعد اہل دمشق قلعہ بند ہو گئے مسلمان دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے تھے کہ معلوم ہوا کہ ۹۰ ہزار رومی بڑے سروسامان کے ساتھ اجنادین میں جمع ہو رہے ہیں، مسلمانوں کی فوج منتشر طور سے تمام ملک شام میں پھیلی ہوئی تھی

حضرت ابوعبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ کی جو عراق کو پامال کرکے دمشق میں آ ملے گئے تھے ۔۔ رائے قرار پائی کہ اسلامی فوج کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع ہو ۔۔ ہیے، ان فوجوں کی جو ۔۔ چوبیس ہزار تھی کل افسران اسلامی جہاں جہاں تھے اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے اجنادین کی طرف بڑھے،

ابوعبیدہؓ اور خالدؓ نے بھی دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین کی طرف باگ اٹھائی حضرت خالدؓ فوج کے آگے آگے جا رہے تھے، اور حضرت ابوعبیدہؓ تھوڑی فوج کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو لئے ہوئے مع خیمہ وسامان فوج کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اہل دمشق نے دیکھا کہ مسلمان ڈیرے خیمے اٹھائے لدے پھندے جا رہے ہیں ان کو یہ انتقام کا موقع نہایت مناسب معلوم ہوا قلعہ کے پھاٹک کھول کر فوراً پیچھے سے حملہ کر دیا قیصر روم نے دمشق کے لئے کچھ امدادی فوجیں بھی بھیجی تھیں اتفاق سے عین وقت پر وہ بھی آ پہنچیں اور آتے ہی انھوں نے مسلمانوں کا آگا روک لیا اس

وقت مسلمانوں میں جس انتہا کی بدحواسی پیدا ہونی چاہیے تھی وہ ظاہر ہے، مگر اس کے برخلاف انھوں نے نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ دونوں طرف کے حملے روکے لیکن زیادہ تر ان کی توجہ سامنے کی فوج کی طرف منعطف تھی، اتنا موقع بھی اہل دمشق کو غنیمت معلوم ہوا اور مسلمان عورتوں کو اپنی حراست میں لے کر قلعہ دمشق کی طرف رخ کیا، عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا خولہ بنت ازور نے کہا، بہنو! کیا تم یہ عزت گوارا کر سکتی ہو، کہ سرمیں دمشق کے قبضے میں آجاؤ، کیا تم عرب کی شجاعت اور حریت کے دامن میں داغ لگانا چاہتی ہو، میرے نزدیک تو مرجانا اس ذلت سے کہیں بہتر ہے، ان چند فقروں نے اک آگ سی لگا دی خیموں کی چوبیں لے لے کر باقاعدہ آگے بڑھیں سب سے آگے خولہ بنت ازور کی بہن تھیں اور ان کے پیچھے عفیرہ بنت عفار ام ابان بنت عتبہ سلمہ بنت نعمان بن مقرن تھیں، کچھ دیر کے لئے تو حیرت نے دمشقیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور اتنی دیر میں عورتوں نے تیس لاشیں گرا دیں اور آخر کو پھر انھوں نے بھی حملہ کر دیا، دمشقیوں کے قدم اکھڑنے کو تھے کہ مسلمان بھی ادھر سے فارغ ہو کر آگئے، دمشقی فوج میں جو رمق جان باقی تھی، وہ بھی ان حملوں سے نکل گئی باقی فوج بھاگ کر دمشق میں قلعہ بند ہو گئی اور اسلامی فوج عنان عزیمت پھیر اجنادین کی طرف مڑی -

مسلم سے خطاب

از جناب حاجی ابو الضیا عزیز صاحب بنگلوری مدیر فانوس

اٹھ زمانے کو دکھا دے قوتِ حیدر ہو تو ۔۔۔ توڑ دے دشمن کے دل پھر فاتحِ خیبر ہو تو

تیری غفلت ہی جہاں میں وجہِ رسوائی ہوئی ۔۔۔ عرصۂ عالم میں مسلم، شورشِ محشر ہو تو

پھر حدی خوانی کی کر دے یاد تازہ دہر میں ۔۔۔ سازِ موجودات میں اک نغمۂ خوشتر ہو تو

کیوں عزائم میں ترے وہ زور وہ قوت نہیں ۔۔۔ عزم و استقلال میں دیوارِ اسکندر ہو تو

کا

دشمن

کیوں بھلا بیٹھا ہے دل سے تو روایاتِ سلف ۔۔۔ خالدِ جرار کے حالات کا دفتر ہو تو

پھر عمل پیرا ہو تو احکام پر قرآن کے ۔۔۔ پھر علم بردارِ دین شافعِ محشر ہو تو

ذرہ ہائے ظلمت زا کو دکھا دے اے عزیز

پھر زمانے کے افق پر خسروِ خاور ہو تو

از جناب سید نور اللہ حسینی صاحب انور، اردو لکچرار، وی آر کالج، نیلور

وہ مطلع نور اللہ مولا سے مدینہ ہے ‏ ‏ ‏ اللہ کا آئینہ قدرت کا نگینہ ہے

کیا شانِ الم نشرح وہ سینۂ بے کینہ ہے ‏ ‏ ‏ اسرارِ الٰہی کا وہ سینہ خزینہ ہے

صورت سے محمد کی ہے حسن ازل ظاہر ‏ ‏ ‏ مظہر ہیں ہو الظاہر وہ شمع شبینہ ہے

وہ باعث ایجادِ کونین بلاشک ہے ‏ ‏ ‏ سب مومن و کافر کو رحمت کا سفینہ ہے

اس رحمت عالم سے ہر نسبت کی ہستی ہے ‏ ‏ ‏ مقسوم دو عالم پر یہ عام خزینہ ہے

حق جس کا ثنا خواں ہو کیا وصف کرے اسکی ‏ ‏ ‏ بندہ ہے یہاں نادم اور غرقِ پسینہ ہے

وہ برزخ جامع ہے خالق و خلائق میں ‏ ‏ ‏ بندوں کا وہ مولا ہے مولا کا قرینہ ہے

اللہ سے ملنے کا امت کی شفاعت کا ‏ ‏ ‏ دیدار الٰہی کا معراج ہی زینہ ہے

محذوم مرے خواجہ بے نور کو انور کر

اس راز کو بتلایا جو سینہ بہ سینہ ہے

بچوں سے باتیں

پیارے بچو : اب تک تم کو نماز پڑھنے کا طریقہ اور نماز کی رکعتیں سکھائی گئیں۔ عشا کی نماز میں نماز واجب الوتر پڑھنے کا طریقہ سیکھ لو

نماز واجب الوتر بہت اہم نماز ہے یہ عشا کی نمازوں میں آخر میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کی صرف تین رکعتیں ہیں۔ حسب معمول پہلے دو رکعتوں کے بعد (تشہد) اَلتَّحِيَّاتُ سے لے کر عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک پڑھو، اس کے بعد تیسری رکعت میں سورۃ الحمد اور کوئی ایک سورہ پڑھ کر "اللہ اکبر" کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور پھر ہاتھ باندھ لو اور دعائے قنوت (یعنی اطاعت و بندگی کا اقرارنامہ پڑھو)

دعائے قنوت

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ

اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تیری بخشش چاہتے ہیں

وَ نُؤْمِنُ بِكَ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ

اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھی پر بھروسا رکھتے ہیں،

وَ نُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَ نَشْكُرُكَ

اور تجھ سے بھلائی چاہتے ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں

وَلَا نَكْفُرُكَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ

جو تیری نافرمانی کرے اس سے الگ اور بیزار ہو جاتے ہیں

مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں

نَعْبُدُ وَ لَكَ نُصَلِّيْ وَ نَسْجُدُ

اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، اور

وَ اِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْا

تیری طاعت اور عبادت میں کوشش کرتے ہیں اور تیری

رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ

رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک

عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ؕ

تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

بچو اس دعا کو پڑھ کر رکوع اور سجدوں کے بعد بیٹھ جاؤ اور پوری تشہد پڑھ کر سلام پھیر دو، لو اب تم نے پنجگانہ نمازیں سیکھ لیں ہم سمجھتے ہیں کہ تم اب پانچوں وقت کی نماز پابندی سے پڑھا کرو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے خفا ہو جائے گا۔ تم کو ہم ایک مثال دیتے ہیں سنو تمہارے ہاں کام کرنے کے لئے ایک نوکر ہے جب کبھی اس کو کوئی کام کرنے کو تم کہتے ہو تو وہ حیلے حوالے کر کے کام نہیں کرتا اور کام سے جی چرانے لگتا ہے، لیکن کھانا کھانے کے وقت سب سے پہلے پیش پیش آتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ تم کو ایسے نوکر پر غصہ آئے گا یا نہیں کیا تم ایسے نوکر سے خوش ہو گے، جو کام چور اور کھانے حاضر ہو ہرگز نہیں

بچو۔ ہمارا بھی حال نوکر کی طرح ہے۔ ہم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حاصل کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں لیکن اس کے احکام عمل نہیں کرتے بتاؤ ایسی حالت میں کیا اللہ ہم سے خوش ہوگا ہرگز نہیں وہ ہم سے خفا ہو جائے گا، پیارے بچو، خدا کا حکم ماننا بہت ضروری ہے ہم کو امید ہے کہ آج سے تم نماز پابندی کے ساتھ ضرور پڑھو گے

مکافات عمل

از مولانا جوش ملیح آبادی

مبارک ہیں مبارک دشمنوں کے جور پنہانی　　کہ مشکل کروٹیں لے لے کے بنجاتی ہے آسانی

تجھے معلوم ہے تاریکیاں بڑھتی ہیں جب حد سے　　ابلنے لگتی ہے ذرات خاکی سے درخشانی

سمجھتا بھی ہے کیوں غنچوں کے سینے چاک ہوتے ہیں　　شگوفوں کو ہے اس پردے میں درس عطر افشانی

ہزاروں آسماں جب یہ ظالم توڑ چکتا ہے　　اٹھاتا ہے کہیں جھنجھلا کے تب مظلوم پیشانی

مچلتا ہے گدا کے دل میں آزادی کا جب شعلہ　　لرز اٹھتا ہے پھنک جانے کے ڈر سے تاج سلطانی

گزر جاتی ہے جب افتادگی میں جوئے خوں سر سے　　کہیں جب تخم کو ملتا ہے فرمان گل افشانی

نہ گھ

کلید فتح بنجاتا ہے اک دن قفل زنداں کا

سنا تو ہوگا تو نے بھی فسانہ ماہ کنعانی

مجلس الاسلام

سوال — از مالک نٹ وال شوشاپ معسکر بنگلور —

ہم تحقیق کرنا چاہتے ہیں، کہ جب کوئی جانور گولی کے مارے کچھ دور فاصلہ پر جاکر مرجاتا ہے، یا ہم اس کے حملے کے خیال سے اس کے مرنے تک قریب پہنچ کر ذبح نہیں کرسکتے، اس طرح مرے ہوئے جانور حلال ہیں یا حرام؟

جواب — شریعت میں جانوروں کی ذکات یعنی ذبح دو طریقوں پر مشتمل ہے۔ (۱) وہ جانور جو ہمارے قابو میں ہیں، ان کو مقررہ طریقے سے ذبح کیا جائے، اس کو ذکاتِ اختیاری کہتے ہیں، ان کا مقامِ ذبح حلق ہے، کسی تیز دھار والے ہتھیار سے اپنے جانور کے حلق کو اس حصّہ تک کاٹ دیا جائے کہ نرخرا اور رگِ گلو کٹ جائے۔ (۲) وہ جانور جو ہمارے قابو میں نہ ہوں مثلاً جنگلی جانور یا وہ جانور جو بھاگ نکلا ہو، یا وہ جانور جو کسی جگہ گر پڑا ہو، جن کی شرط ذکات مقررہ طریقہ پر نہ کی جا سکتی ہو، یا ایسے جانور جو قریب الموت ہوں اور ذبح کے لئے چھری ڈھونڈنے تک مرجانے کا اندیشہ ہو، ایسے جانوروں کی شرط ذکات کا طریقہ حسب ذیل ہے، اس طریقے کو ہم ذکاتِ اضطراری کہتے ہیں، ایسے جانوروں کا سارا جسم مقامِ ذبح ہے، چنانچہ ایسے جانوروں کے ذبح کے لئے ان کے نام سے کسی نکیلی ہتھیار یا گولی سے ان کے جسم میں سوراخ ڈال کر خون بہا دینا کافی ہے، اس خصوص میں قرآن شریف اور احادیث سے ہمیں جو نصوص ملتی ہیں، وہ یہ ہیں۔

اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ وَمَا	حلال کردی گئیں تمہارے لئے ساری
عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ	پاک چیزیں اور جن شکاری جانوروں
مُکَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ	کو تم نے سدھایا ہو، جن کو تم
مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰهُ فَکُلُوْا	خدا کے دئے ہوئے علم کی بنا پر شکار
مِمَّا اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ	کی تعلیم دیا کرتے ہو، وہ جس جانور کو
وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ	تمہارے لئے پکڑ رکھیں، اس کو تم

کھالو، اور اس پر اللہ کا نام لو —

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پالا ہوا شکاری جانور اگر اللہ کا نام لے کر شکار کے لئے چھوڑا گیا، اور اس کے پنجوں اور کچلیوں سے جو زخم شکار کو لگ جائے اور اس سے خون بہہ نکلے تو ذکاتِ اضطراری کی شرط پوری ہوجاتی ہے، اگر ایسا جانور زندہ نہ ملے اور اس کو ذبح نہ کیا جا سکے، تو تب بھی وہ حلال ہے،

حضرت عدی ابن حاتم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ ہم معراض (ایک وزنی لکڑی جس کا سرا پتلا ہو یا سرے پر لوہے کا نوکدار خول چڑھا ہو مثلاً برچھا) پھینک کر شکار کرتے ہیں کیا یہ حلال ہے؟ —

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا اصبت [illegible] ما اصاب بعرضہ فقتل فانہ وقیذ فلا تاکل، اگر وہ یعنی معراض چھید دے (یعنی جسم میں سوراخ ڈال دے اور خون بہہ جائے) تو کھالو، اگر معراض اپنے عرض کی طرف سے جانور کو لگی ہو اور اس سے وہ مر گیا ہو، تو وہ چوٹ کھایا ہوا جانور (موقوذہ) ہے اسے نہ کھاؤ،

رافع بن خدیج کہتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کل دشمن سے ہمارا مقابلہ ہے، اور ہمارے ساتھ چھریاں نہیں ہیں،

استعمال کرنا ہوگا۔

سوال:۔ از جناب غلام دستگیر صاحب بنگلور سٹی، ذرا یہ بتلائیے کہ اگر اذان کی آواز سنائی دے اور اس وقت ہم رفع حاجت میں ہوں، تو اذان کی دعا اور جواب کس طرح دہرائی جائے؟

جواب:۔ اس وقت آپ قابلِ معافی ہیں اذان کو دہرانے اور دعا مانگنے کی ضرورت نہیں۔

سوال:۔ از عبد الکریم صاحب ورنگل، کراچی سے خبر آئی ہے کہ قائدِ اعظم سے سندھ کے وزراء کی جو ملاقات ہوئی تھی، معلوم ہوا کہ اس ملاقات میں قائدِ اعظم نے ان وزراء کو متنبہ کیا، کہ مسلمانانِ سندھ ان سے خوش نہیں ہیں، اگر وہ مسلمانوں کی خدمت نہ کریں، تو انہیں الگ کر دیا جائے گا، اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنے کارروائیوں کی رپورٹیں دو دن کے اندر دیں، اور یہ بتائیں کہ مسلمانوں کے لئے انہوں نے کیا کیا؟ کیا قائدِ اعظم صحیح معنوں میں خدمتِ اسلام کے خواہاں ہیں؟

جواب:۔ محترمی! آپ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، قائدِ اعظم فی الوقت اسلامی خدمت کے لئے ایک اسلامی ریاست اور ایک ایسا ماحول بنانے میں سرگرم ہیں، جہاں صحیح معنوں میں اسلام کی خدمت آزادی سے کی جا سکے، اور سندھی وزراء کو جو احکام انہوں نے دئے ہیں، آپکی تسلی کے لئے کافی ہیں۔

سوال:۔ از جناب عبد العزیز خاں صاحب میسور خریدار نمبر ۱۲۹ ایمان کا ارتقا کن چیزوں سے ہوتا ہے اور کن چیزوں سے ہم اپنے آزاد خیالات کو ایمان کے میدان میں محفوظ رکھ سکتے ہیں؟

جواب:۔ محترمی! آپ کو چاہئے کہ قرآن حکیم اور سنتِ مقدسہ کے آئینہ میں اپنے ایمان کا جائزہ لیں، اس سلسلہ میں [illegible] سے فلاحِ دارین حاصل ہو سکتی ہے۔

ایمان ایک ایسی کیفیتِ قلبی کا نام ہے، جس کے قلب میں پیدا ہوتے ہی انسان اس قادرِ مطلق ذوالجلال کے آگے سر جھکا دیتا ہے، اور پروردگارِ کائنات کے فضل و کرم کی نشانیوں کو دیکھ کر یہ کیفیت مضبوط اور مستحکم ہو جاتی ہے، اور اس کائنات کی ساری چیزیں اس کی نظروں میں [illegible] ثابت ہوتی ہیں، اور خالقِ ارض و سما پر بھروسہ قائم ہوتا جاتا ہے، یہی اعتماد و بھروسہ مومن کی [illegible] زندگی کا نقطۂ آغاز ہے، اور اس کے رسول کے احکام اور افکار کا لحاظ رکھتا ہے۔ اور ان کی ہدایتوں پر عمل شروع کر دیتا ہے، کفر و شرک سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

ارشاد یہ ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ	ایمان والے وہی لوگ ہیں جب اللہ کا
اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا	ذکر آتا ہے، تو ان کے دل دہل جاتے
تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا	ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کے سامنے
وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۔	پڑھی جاتی ہیں، وہ ان کے ایمان کو

زیادہ کر دیتی ہیں، اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔

جب قلب ان جذبات کا [illegible] ہو جاتا ہے، تو اعضاء و جوارح سے ان کا ظہور عمل میں آئے گا، یعنی وہ پابندِ صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ ہوگا، اور اپنی زندگی کو اسی صالح قالب میں ڈھال دے گا، جو اللہ اور اس کے رسول نے عملاً بتایا ہے۔

اللہ کو حاکمِ اعلیٰ اور قادرِ مطلق یقین کے ساتھ جاننے اور اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے سے ہم اپنے آزاد خیال کو میدانِ ایمان میں مقید رکھ سکتے ہیں۔

سوال:۔ از کلیم اللہ صاحب مدراس، آج جبکہ مسلمانوں کی تاریخ کروٹ بدل رہی ہے، ایسے وقت لکھنؤ میں شیعہ اور سنی جھگڑے بڑے، کیا قوموں کے بناؤ کے وقت خود آپس میں خانہ جنگی ہوا کرتی ہے، کیا اس قسم کے تفرقہ سے مسلمان ترقی کی منزل پر آسکتے ہیں؟

جواب — محترم! جس طرح آپکو اس بات کا دُکھ ہے، اسی طرح ہندوستان کا شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو جو اس حادثہ سے رنجیدہ نہ ہو، لیکن یاد رکھئے اس قسم کے حادثات کا ہونا بھی بعض اوقات بہت برا ہوتا ہے، ایسے اوقات قوم اگر اپنے اندرونی نقائص اور کمزوریوں سے بے خبر ہو جاتی ہے، تو عین وقت اغیار اس کا استفادہ کرتے ہیں، اور نتیجتاً قوم اپنی ترقی کی منزل کو پہنچتی پہنچتی رہ جاتی ہے چنانچہ اپنے نقائص اور کمزوریوں سے قبل از وقت آگاہ ہو جانا بہت مفید ہو جاتا ہے، اور قوم کے افراد اس زعم میں نہیں رہتے کہ اب ہم میں کوئی بُرائی نہیں رہی، چنانچہ قوم کے ستونوں اور در و دیوار کو مضبوط بنانے میں لگ جاتے ہیں۔

سوال[۱] — از جناب حکیم عثمان صاحب خریداری نمبر[۸۴۹] اولیاء اللہ کے مزاروں سے منتیں مانگنے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب — محترم! یہاں دو صورتیں ہیں۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی خدا سے دُعا کرے کہ بحرمت فلاں فلاں میری مراد پوری کر دے ایسی دُعا بالاتفاق جائز ہے،

(۲) صورت دوم یہ کہ بلا واسطہ صاحب مزار سے استدعا کرے کہ آپ میری مراد پوری کر دیجئے یہ تو صریحاً ناجائز اور شرک ہے، خواہ مزار کے پاس کہے، یا مزار سے دور رہ کر کہے، ایک ہی ہے۔

سوال[۲] — زکوٰۃ کس شخص پر واجب ہے؟ اور زکوٰۃ کس طریقہ سے ادا کرنا چاہیئے؟

جواب — سورۂ انعام میں ارشاد باری ہے۔

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ — اس کے پھل سے کھاؤ جب کہ وہ
اٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ — پھل لائے اور اس کے کٹاؤ کے
اس کا (اللہ کے لئے) حق نکال دو۔

اور سورۂ توبہ میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ — جو لوگ سونے اور چاندی کو
وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا — جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اس کو
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ — راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کو
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ — دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

ان دو آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو مال جمع کیا جائے اور بڑھایا جائے اور خدا کے راستہ میں خرچ نہ کیا جائے تو وہ مال ناپاک ہو جاتا ہے،

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکال دی، تو جو حق تجھ پر واجب تھا وہ ادا ہو گیا، ہر اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہے، جس کے پاس ایک سال کا جمع کیا ہوا اتنا مال ہو، جو نصاب میں آ جاتا ہو اس سے حسب نصاب ایک چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے،

حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھے، اور پوچھا کیا تم زکوٰۃ نکالتی ہو؟ ایک نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس کو پسند کرتی ہو کہ قیامت میں ان کے بدلے آگ کے کنگن تمہیں پہنائے جائیں؟

حضرت امّ سلمہؓ سے روایت ہے، کہ میرے پاس سونے کے پازیب تھے، آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کیا یہ جمع کیا ہوا مال ہے؟ اور فرمایا اس سونے کی مقدار نصاب زکوٰۃ تک پہنچتی ہے؟ اور اس میں سے زکوٰۃ نکال دی گئی ہے؟ تو وہ کنز (ناپاک) نہیں ہے۔

زکوٰۃ کی جملہ رقم بیت المال کے حوالے کی جانی چاہیئے، لیکن اب چونکہ اس قسم کا کوئی مرکزی ادارہ ہمارے پاس نہیں ہے، زکوٰۃ رقم حقدار، نادار، تنگدست، مساکین وغیرہ پر صرف کی جائے۔

سوال[۳] — باجماعت فرض نماز کی ادائی کے وقت کھانسی اگر پیشاب کا قطرہ یا کچا ریح میں خارج ہو جاتا ہے، تو بتایئے ایسا شخص نماز میں کھڑا رہ سکتا ہے یا رکعت توڑ کر صفائی کے بعد نماز ادا کرے؟

جواب — دیکھئے! غلاظت خارج ہونے سے وضو نہیں رہتا جب وضو ہی نہیں تو آپکی نماز کیسے ہو سکتی ہے، نماز کے لئے بدن نجاست سے پاک رہنا چاہئے، لہذا ایسے وقت جماعت سے الگ ہو جائے، اور اگر نجاست کو صاف کرنے تک وقت نہ رہے تو نماز قضا کر لے۔

سوال — از قاسم علی صاحب کورگ، سنا ہے، کہ حیدرآباد میں کوئی سنیما ہال عنقریب کھولنے والا ہے، جس کا نام "اسلامی سنیما ہاؤس" ہوگا۔ کیا اس سے ملتِ اسلام کو کوئی خصوصی فائدہ کی امید ہو سکتی ہے؟

جواب — ہاں بھائی! ہم مسلمانوں کو آج کل اسلام کی انتہائی فکر کھائے جا رہی ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ٹھان لیا ہے کہ اب دنیا میں ہر چیز کو اسلامی بنا دیا جائے۔ جس کا نتیجہ ہے، کہ ہر جگہ سے اشتہاری صدائیں آ رہی ہیں کہ کہیں اسلامی سنیما ہو، کہیں اسلامی حمام خانے، کہیں اسلامی ہوٹلیں، کہیں اسلامی حجام خانے، کہیں اسلامی اصلاح خانے غرض عجب نہیں کہ دنیا کی ہر چیز قریب میں ایک دن اسلامی ہو جائے، جہاں اسلامی شراب خانے اسلامی قحبہ خانے، اسلامی قمار خانے، اسلامی چنڈو خانے نظر آئیں۔ اور ان کے فوائد تو محتاج بیان نہیں اب تو دیکھ ہی رہے ہیں۔

سوال — از غلام علی صاحب ہاسن۔ سنا ہے، کہ گاندھی مہاراج ۲۰ فروری کو بمقام موضع الونیہ اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا، کہ ہندو اقلیتوں کو مسلمان علاقوں کو خالی کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہئے، اور اپنے مقامات چھوڑ کر ہندو اکثریت والے صوبوں میں جائیں، کیا سچ مچ گاندھی مہاراج تبادلۂ آبادی کے قائل ہو گئے ہیں؟

جواب — ہاں تبھی قائل نہ ہوں تو کیا کریں، جب کہ ہندو مسلمان کی اذان اور مسلمان ہندو کے بھجن اور تالیوں کو برداشت نہ کر سکے، دیکھا نہیں، علیسورم ہال بنگلور سٹی میں گڑبڑ ہو گئی! ہندو علماء ہندو سے ماترم گانے پر تلے ہوئے ہیں اور مسلمان طلبا اس کو گوارا نہیں کرتے، جب بچوں کا یہ حال ہو تو بڑوں کا کیا کہنا ماشاء اللہ ایسی حالت میں گاندھی مہاراج تبادلۂ آبادی کے قائل نہ ہوں تو کیا کریں؟ یہ سب تسلیم کرنے کے بعد ایک چیز رہ جاتی ہے، جو ان کی عادت کا جزو ہے، اب یہاں ان کی مگر کسی چیز کی طالب ہے، یہ ذرا سوچنے کی بات ہے، تبادلۂ آبادی کریں مگر معقول معاوضہ پر۔

سوال — از جناب سکرٹری صاحب انجمن مسلم نوجوانان کالاس پیٹ۔ اسلام کب پیدا ہوا؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے بھی تھا، اگر تھا تو لوگ کس کی عبادت کرتے تھے؟ مثلاً ہندوستان آنحضرت صلعم کے پہلے کس کی عبادت کرتا تھا؟ تاریخوں میں پڑھا گیا ہے کہ آنحضرت کے پہلے ہندوستان میں صرف آریہ لوگ بسا کرتے تھے، اور وہ راما وغیرہ کی عبادت کرتے تھے تو ان لوگوں کا کیا حشر؟

جواب — محترم! آپکو یہاں ذرا بالغ النظری اور وسعتِ فکر سے کام لینا ہے، دیکھئے اسلام کے معنی ہیں سلامتی کے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جب دنیا میں بھیجا تو اسی وقت سے وہ اپنے بندوں کو سلامتی کے ساتھ بھیجا، حضرت آدم علیہ السلام سے دنیا کا آغاز ہوا، اور انہیں کے زمانہ سے دنیا میں اسلام آیا۔ آپکے بعد اللہ نے کئی صحیفے بھیجے، ہر صحیفے کا کام بندوں کو صراطِ مستقیم پر لانا اور ان میں ایک صالح نظامِ زندگی پیدا کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ میں نے دنیا کے ہر حصے میں پیغمبروں کو بھیجا اور ان پر صحیفے اتارے، کہ وہ بندوں کو نیک راہ پر لائیں، نعوذ باللہ اللہ نے غلط نہیں فرمایا، لہذا یہ مان لینا ہم پر واجب ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر حصے میں اپنے نبی بھیجے رہا آپکا ہندوستان یہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی

جس طرح عرب کے لوگ ملتے ملتے بتوں کی پرستش کرتے رہے اسی طرح ہندستان میں ان دنوں بسنے والی قوموں نے ان بھیجے ہوئے نبیوں کی ہدایتوں کو ٹھکرا یا ہو جس کا نتیجہ انکو قیامت کے دن بھگتنا پڑیگا۔ چونکہ ہندستان کی ابتدائی صحیح مذہبی تاریخ ہمارے پاس نہیں ہے، اس لئے ہم ہندستان اُن ابتدائی دنوں یعنی دراوڑی قوم سے پہلے والی قوموں اور خود دراوڑی قوم کے متعلق صحیح حالات ہماری معلومات سے بعید ہیں، لہذا ہم صاف طور سے نہیں بتا سکتے کہ کون نبی کس وقت ہندستان میں آئے تھے، لیکن اب یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر حصے میں نبی بھیجے اور ان کی تعلیم اسلام کو پھیلاتی ۔

سوال (۲) ۔۔۔ چیونٹی کے پر نکلنا موت کی نشانی ہے (یہ ایک ضرب المثل ہے) مگر انسان کے پر کب نکلتے ہیں (میرا اشارہ پنجابی حکومت کی طرف ہے) معلوم کرائیے۔

جواب ۔۔۔ کرمفرما! انسان کے پر نہیں نکلتے، چیونٹی کی عمر جب ختم ہو جاتی ہے، تو اس کے پر نکل آتے ہیں، اور وہ اڑنے لگتی ہے۔ لہذا جب کبھی کسی کی خرابی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں یا ان کے غرور سرکشی کے موقع پر یہ ضرب المثل استعمال ہوتی ہے، اب آپ کے اشارہ کی طرف آئیے، دیکھئے جس وقت سے یہ سوال چھپا، چیونٹی کے پر نکلے اور اب ان پروں کے کٹنے کا تجربہ آپ اخبارات میں روزانہ دیکھ ہی رہے ہیں،

یہ جبر و ظلم کی قوت کا انجام ہے ۔

شعاع مہر کی زد میں ہو جس طرح شبنم
جگر پہ نوک ہے نشتر کی، اور لبوں پہ ہنسی
سیاسیات کے یہ پیچ دیکھ دے خم!
قدم قدم پہ محبت کا واسطہ دینا
یہ بات بات پہ کہنا، تمہارے سر کی قسم

پنجابیوں کی نمائش یہ کھوکھلے وعدے۔

یہ جور خاص کا انداز یہ فریب کرم!
سکت رہی نہ دلوں میں نیاز مندی کی
یہ بزم ناز ہوا چاہتی ہے اب برہم
زبان شعر میں جس کو شباب کہتے ہیں
یہ مد وہ ہے جسے انقلاب کہتے ہیں

ماہر القادری

سوال (۳) ۔ کیا نماز خدائے تعالیٰ سے کچھ مانگنے کے لئے پڑھی جاتی ہے ۔؟

جواب ۔ آپ جانتے ہیں کہ آپکی زندگی کا ہر لمحہ بے پوچھے اللہ کی مہربانیوں سے گذرتا ہے، آپکا سارا ماحول بے مانگے خدا کی عنایتوں سے پُر ہے، خود آپ کا وجود جو دنیا میں ہوا، اور اس کے بعد سے اب تک جو حالات، جو تغیر اور جو تبدیلات رونما ہوئے، یہ سب اس خالق حقیقی سے بے مانگے مہربانیوں کا نتیجہ ہیں، اس فاطر السموات کی کونسی مہربانی کا ذکر کیجیے گا؟ آپکو معلوم ہوگا ہم جو پنجگانہ نماز پڑھتے ہیں یہ اس کی عبادت (بندگی) ہے، مگر یاد رکھیئے یہ عبادت بھی جو ہم پر فرض کی گئی ہے یہ اس کے لئے نہیں، بلکہ آپکو مسلح فوج تعلیم اور ایک مجاہدانہ زندگی کی تعلیم کے لئے ہم پر فرض ہے، تاکہ ہماری طبیعتوں میں وہ اوصاف پیدا ہو جائیں، جو ایک مجاہد کے لئے ضروری ہیں، نماز ہم پر اس لئے فرض ہے کہ اوقات کی پابندی سیکھیں، ایک دوسرے کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں، آپس میں ہمدردی و انست پیدا ہو، ہم میں وہ ڈسپلن پیدا ہو، جو اللہ کی فوج کے لئے ضروری ہے، اس طرح اس فوج کے سپاہی اس ہدایت گراونڈ پر تعلیم حاصل کرنے کے بعد آگے بڑھتے ہیں، اور اس خالق ارض و سما کے بندوں کے پاس فرداً فرداً پہنچتے اور انکو نیکی بدی اور سلامتی سے رہنے کے طریقہ کو حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ۔ اب آپ ہی کہیے

اقبال ۔ السّلام علیکم! کمال ۔ وعلیکم السّلام!

اقبال ۔ آپ تنہا بیٹھے کہاں ہیں؟
کمال ۔ ابھی ابھی دفتر سے آیا ہوں تکان سی معلوم ہوتی ہے ۔ کچھ آرام کر رہا ہوں ۔
اقبال ۔ آپ کے بائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے؟
کمال ۔ بیڑی ہے ۔
اقبال ۔ کس فیکٹری کی؟
کمال ۔ بھائی صاحب! کیا بتاؤں، ہر دکاندار اپنی تجارت کے خیال سے قسم قسم کی بیڑیوں کی تعریف کرتے ہیں جب استعمال کرتا ہوں طبیعت بدمزہ ہو جاتی ہے ۔
اقبال ۔ نہایت تعجب کی بات ہے کہ آپکو ابھی تک علم نہیں۔ دیکھئے **سالار بیڑی** نہایت مشہور کارخانے کی بنی ہوئی ہے، اس کا پتا ناگپور سے منگایا جاتا ہے، یہ گجراتی نیپانی تمباکو سے بنتی ہے، یہ دیرینہ ماہرین فن سے تیار کی جاتی ہے بیڑی بڑی مزیدار ہوتی ہے صحت پر اس کا برا اثر نہیں پڑتا ۔
کمال ۔ شکریہ! ہاں ہاں میں نے ایک یا دو بار استعمال کیا تھا بہت مزے دار اور بے ضرر پایا ۔ بتائیے اس کی فیکٹری کہاں ہے؟
اقبال ۔ آپ اس کا پتہ چاہتے ہیں؟ لیجئے پتہ یہ ہے! ۔۔

سالار بیڑی فیکٹری ۲ پولس روڈ بنگلور سٹی

I take a pleasure in 'SALAR BEEDIES'

Hello! They are made of Nagpur leaves with Gujrathi Nipani Tobacco with efficient and skilled labour. That is why they give a Lovely smell a Pleasure to Smoke

1945
39 YEARS'
Service
ہندستان بیمہ کمپنی ہر سال ایک نیا ریکارڈ قائم
کر رہی ہے۔ پبلک سے حاصل کردہ مقبولیت و اعتماد
کی کارفرمائیاں ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء کے حساب
کی رپورٹ آپکی خدمات میں پیش کیجاتی ہے۔
حساباتِ حقیقی!
کل سرمایہ:- 41,43,34,016 روپیہ
جملہ رقم مالیہ:- 6,14,58,656 روپیہ
نئے کاروبار برائے ۱۹۴۵ء:-
12,10,96,742 روپیہ
HEAD OFFICE "HINDUSTHAN BUILDINGS" CALCUTTA